نعتیہ

دیباچے

۳

ریاض مجید

نعتیہ دیباچے

ریاض مجید

اردو تنقید بالخصوص نعتیہ تنقید سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ خبر خوش کن ہوگی کہ اردو کے نامور شاعر اور معروف محقق و ناقد ڈاکٹر ریاض مجید کے نعتیہ دیباچے تین جلدوں میں نعت اکادمی فیصل آباد سے شائع ہوگئے ہیں۔

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے میں لکھے گئے یہ نعتیہ دیباچے نعت شناسی کے سفر میں ڈاکٹر ریاض مجید کی گراں قدر خدمات کی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اردو میں دیباچہ نگاری کی اپنی ایک روایت ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس روایت کے نہ صرف مثبت پہلو ان کے ہاں نمایاں ہیں بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور گہری بصیرت سے کام لیتے ہوئے انھوں نے دیباچہ نگاری کی روایت میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہے۔ ان کے دیباچوں کی اشاعت سے اردو نعت کے تنقیدی سرمائے کی ثروت مندی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ اصل میں انھوں نے اپنے دیباچوں صرف تحسینی رویہ اختیار نہیں کیا ہے بلکہ وہ زیر مطالعہ نگارشات میں زبان و اسلوب کی چمک اور موضوع کی وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و فنی ہنرمندی کے پہلووں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لیتے اور تعبیر و محاکمہ ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں مطالعات و تجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی

زیرِ طبع

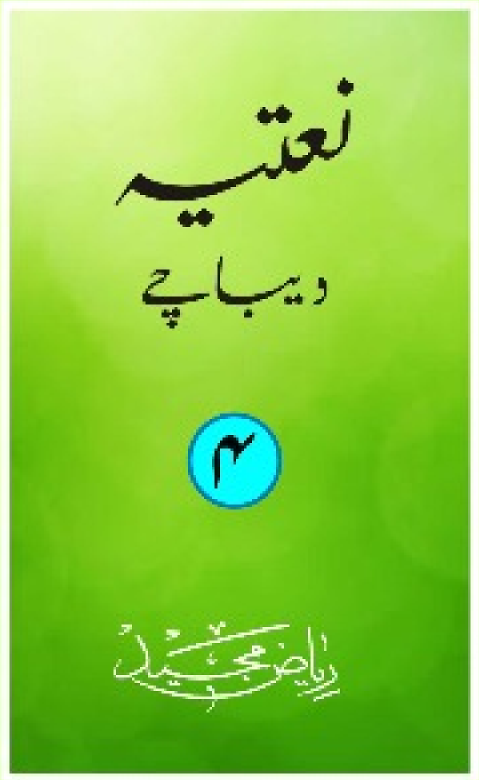
نعتیہ
دیباچے
۴
ریاض مجید

28-06-2020

نعتیہ دیباچے

۳

ریاض مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

نعتیہ دیباچے

(۳)

ریاض مجید

نعت اکادمی

سلسلہ اشاعت: 98
تاریخ اشاعت: 30 جون 2020
قیمت: 300/= روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں:

اشاعت / حقوق: ریاض مجید
کمپوزنگ: مبشرہ فریاد
تزئین: علی حسن زیدی
سرورق: علی
بائنڈنگ: احسان الحق سیالوی 0302-6600656
مطبع: زیدی لیزر پرنٹنگ، فیصل آباد 0300-6619124
اہتمام: نعت اکادمی
پوسٹ بکس نمبر 25 فیصل آباد

☆

انتساب

محترم حافظ لُدھیانویؒ کے نام

ترتیب

۔ تین کتابیں ___ ایک دیباچہ 07

پیش گفتار، منظوم دیباچہ (ریاض مجید) 09

1)۔ معراجِ سفر: حافظ لدھیانوی 16
2)۔ برگِ سدرہ: خلیق قریشی 21
3)۔ عَبدُہ وَرَسولُہٗ: حکیم شریف احسن 37
4)۔ عطائے شۂ کوثر: اختر سدیدی 45
5)۔ نویدِ بخشش: محمد افضل خاکسارؔ 49
6)۔ مغلوب مدحت: طاہر صدیقی 55
7)۔ موجِ کرم: شمائلہ صدف عزیزی 73
8)۔ ہالۂ رحمت: شاہد کوثری 83
9)۔ ردا کی خوشبو: عارف رضا 91

10)۔ بفیضِ کلامِ غالب: ریاض احمد پرواز 95
11)۔ صَلِّ وَسَلِّم: عامر سلیم بیتاب 101
12)۔ حرف حرف بندگی: خالد شبیر 127
13)۔ فیض یاب: فوزیہ انجم 131
14)۔ قمر یٰسین کی نعت گوئی 139
15)۔ برلبِ حُسنِ ازل: محمد نواز ایمنؔ 145
16)۔ طرحی نعتیہ مشاعرہ: اشفاق ہمزالی 151
17)۔ حرمینِ نعت 169
18)۔ برطرحِ ارشد 175
19)۔ برطرحِ ہمزالی 183
20)۔ وَرَفَعنا لَکَ ذِکرکَ: بشریٰ فرخ 197

❖……❖……❖……❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تین کتابیں ___ ایک دیباچہ

گزشتہ سالوں میں نعتیہ کتابوں پر لکھنے والے دیباچوں کو تین کتابوں ’’نعتیہ دیباچے (۱)‘‘ ’’نعتیہ دیباچے (۲)‘‘ اور ’’نعتیہ دیباچے (۳)‘‘ ___ میں شائع کیا جارہا ہے۔ ہر کتاب کے شروع میں ان نعتیہ مجموعوں کی فہرست دے دی گئی ہے جن کے لئے یہ دیباچے لکھے گئے ہیں۔ ان مجموعوں میں دو تین ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو ابھی زیرِ طبع ہو یا جو موجودہ اُن مجموعوں میں دیباچے کی جگہ نہ پا سکے ہوں اور اب اُن کی حیثیت ان کتابوں کے بارے میں مضامین کی ہوگئی ہو۔ ان تینوں مجموعوں میں شائع ہونے والے 60 کے قریب دیباچوں میں ان کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں۔

ان سب مجموعوں کا بیک وقت کتابی صورت میں مطالعہ آج کی نعت کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ مجموعوں کے مکمل مطالعے کے بعد اُن کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کروں اگرچہ ان دیباچوں سے کِسی حوالے سے بھی آج کے نعتیہ بیانیہ کی مکمل ترجمانی کا مظہر نہیں سمجھا جا سکتا تاہم ان دیباچوں سے نعت کے ضمن میں گزشتہ تین چار دہائیوں سے ہونے والی پیش رفت کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اگر آج کی نعت کا بہت اختصار سے دو جملوں میں خلاصہ بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نعت کا مرکزی اور بڑا دھارا ’معمول‘ کی نعت نگاری پر مشتمل ہے البتہ جو غزل کے پُختہ کار، جدّت نیار اور ندرت طبع نعت نگار ہیں اُن کی نعت فکری اور فنّی طور پر تازہ کاری کی عکّاس ہے ــــــ

آج کے شعر و ادب کی مجموعی صورتِ حال بھی ایسی ہے۔ اصناف کی ناول، افسانہ، غزل، نظم اور دوسری نعتِ رسول ﷺ کی صنف کا بڑا حصّہ بھی ایک تاریخ ساز پیش رفت کے باوجود تشکیلی مرحلے میں ہے۔

اِس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آج کی نعت قریب قریب 97، 98 فیصد غزل کی صنف میں پھر رہی ہے۔ لہٰذا اُس کی تخلیق و تنقید کا سارا نظام غزل ہی کے حوالے سے تشکیل پا رہا ہے جو شاعر غزل کے علائم و رموز اس کے فنّی محاسن اور اس کی تخلیقی مہارت سے جس قدر آگاہ ہے اس کی نعت اتنی ہی مختلف، منفرد اور بلیغ معنویت کی حامل ہے اور عقیدت محض کے اظہار کی بجائے اعلیٰ ادبی و شعری قدروں کی امین ہے اور ظاہر ہے عوام، اور ’معمول‘ کے مقابلے میں ایسے ’خواص‘ اور منفرد کم ہیں۔

ریاض مجید

پیش گفتار

منظوم دیباچہ معراج سفر: حافظ لُدھیانوی

نعتیہ مطالعات کے دیباچے کو آخری شکل دے رہا ہوں ابھی ابھی میں نے حافظ لُدھیانوی کے منظوم سفرنامہ حجاز کو معراج سفر جلدی جلدی ایک نظر دیکھا ہے یہ قبلہ حافظ لدھیانوی کے اس سفر کی روداد ہے جو انہوں نے گزشتہ صدی کے آخری سالوں میں کیا اس سفرنامے کی اشاعت مئی ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ اس سفرنامے کا انتساب مسافرانِ حرم کے نام ہے اس مَیں محترم حفیظ تائب صاحب اور میں حافظ لدھیانوی کے ہمسفر تھے۔ انہیں اس سہ رکنی قافلہ نعت گویاں کی قیادت اور رہنمائی حاصل تھی جس کی خواہش مَیں نے کئی سال پہلے اپنی ایک نعت کے شعر میں یوں کی تھی:

؎ نعت خوانوں کے جلو میں رہِ طیبہ طے ہو
حافظ و تائب و افضل کی رفاقت مل جائے

جناب صوفی محمد افضل فقیر اُن دنوں حج کی تیاری کر رہے تھے سو ہم ان کی رفاقت سے محروم رہے۔ (وہ ہماری واپسی کے بعد حج پر تشریف لے گئے) حافظ اور تائب کے ٹکٹ لاہور سے تھے مَیں فیصل آباد سے براستہ کار لاہور ائیر پورٹ پر اِس بے سروسامانی میں پہنچا کہ

میرے پاس نہ شناختی کارڈ تھا نہ ویزا نہ ٹکٹ نہ پاسپورٹ___ میری یہ سارے سفری دستاویزات سعودی عرب کے سفارت خانے (اسلام آباد) میں ویزا کے لئے گئے تھے جو مجھے ایک دن بعد ملنے تھے اُن دنوں لاہور سے ہفتہ میں جدہ کے لئے دو پروازیں جاتی تھیں حافظ صاحب اور تائب صاحب کے کاغذات مکمل تھے میری خواہش تھی کہ وہ اپنی فلائٹ دو تین دن بعد والی فلائٹ میں کر لیں اُن دنوں آج کل کی طرح موبائل فون کی سہولت مہیا نہ تھی رات تائب صاحب سے فون پر بالآخر یہی طے پایا کہ مَیں اپنے کاغذات کا انتظار کر کے اگلی فلائٹ میں سعودی پہنچوں اور وہاں اس قافلے میں شامل ہو جاؤں۔

عزیزی معظم بن ظہور اس دن حسنِ اتفاق سے اسلام آباد موجود تھے انہوں نے مجھے فون پر کہا کہ ویزا عام طور پر ڈیلوری سے ایک دو دن پہلے لگ جاتا ہے میں آپ کے پاسپورٹ کے حصول کی کوشش کرتا ہوں اب ایک عجیب حیرت اور اللہ کی رحمت کے سلسلے کا ظہور ہوتا ہے یہ سارا واقعہ بتانا بھی مشکل ہے جب کہ اِس کا لکھنا اِس سے زیادہ مشکل ہے۔ جانے کیسے سفارت خانے کے اوقات کار ختم ہونے کے بعد معظم نے وہ سارے کاغذات حاصل کر لیے۔

اُنہوں نے لاہور آنے والی کسی فلائٹ کے کسی اجنبی مسافر کو دیئے کہ وہ اس فلائٹ سے لاہور لے جائیں اُن دنوں کسی باضابطہ ٹریول ایجنٹ کے علاوہ پاسپورٹ اور ویزا کے دستاویزات لے جانے کی پابندی تھی مجھے معظم نے کہا تھا کہ میں لاہور ائیر پورٹ پہنچ جاؤں اگر اسے اس دوران (اِسلام آباد سے لاہور) واحد آنے والی فلائٹ میں سیٹ مل گئی تو وہ یہ کاغذات مجھے خود لاہور پہنچا دے گا ورنہ کسی بھی مسافر سے درخواست کرے گا___ مَیں لاہور کے ائیر پورٹ کے لئے فیصل آباد سے مغرب کی نماز پڑھ کر روانہ ہُوا اسلام آباد سے لاہور آنے والی فلائٹ اور لاہور سے سعودی روانہ ہونے والی فلائٹ میں بمشکل نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا مَیں جب لاہور ہوائی اڈے پر پہنچا تو ہوائی اڈے کے بیرونی بیرئیر پر معمول کے مطابق میری گاڑی کو روک کر مجھ سے آگے جانے کا سبب پوچھا گیا ''آپ مسافر میں یا کسی کو چھوڑنے آئے ہیں یا کسی کو لینے''___ کچھ ایسے

ہی لفظ تھے ’اپنا پاسپورٹ دکھائیں‘۔

’’وہ تو نہیں‘‘ ____ ’’شناختی کارڈ‘‘ ____ ’’وہ بھی نہیں‘‘ ____ ’’صرف ٹکٹ والے آگے جاسکتے ہیں ____ ٹکٹ؟‘‘ ’’وہ بھی نہیں‘‘ ____ ’’تو آپ کہاں جا رہے ہیں‘‘؟ ’’عمرہ کا ارادہ ہے‘‘؟ اور’’ آپ کے پاس کوئی کاغذ نہیں‘‘؟ ’’وہ اسلام آباد آنے والی فلائٹ میں آ رہے ہیں‘‘؟

ان سوال و جواب میں پیچھے کئی گاڑیاں لگ گئیں۔ بیریئر پر کھڑا دوسرا اہل کار ٹریفک کا تعطّل دیکھ کر ادھر لپکا اور اپنے ساتھی سے پوچھا ’’کیا ماجرا ہے؟ گاڑی آگے کیوں نہیں جاتی‘‘؟ ’’سر یہ کہتے ہیں عمرہ پہ جانا ہے مگر ان کے پاس کوئی ڈاکومنٹ نہیں‘‘ ____، دوسرے اہل کار نے گاڑی کے شیشے سے اندر جھانکا مجھے دیکھا اور پوچھا ’’کہاں جانا ہے؟ میں نے وہی جواب دیا کہ بھائی صاحب عمرہ کا ارادہ ہے اور کاغذات اسلام آباد کی فلائٹ سے آ رہے ہیں‘‘؟

’’وہ فلائٹ تو آ چکی ہے‘‘ ____ اُس نے کہا۔ پھر پتہ نہیں اُس کے جی میں کیا آیا وہ بولا ’’یار انہیں جانے دو‘‘ ____ ’’بھائی ہمارے لئے بھی وہاں دعا کرنا‘‘ ____ پیچھے سے آواز آئی اور مَیں نے ڈرائیور سے کہا وہ مجھے ڈراپ لین میں اتار کر پارکنگ میں چلا جائے میں نے گھر سے نکلتے ہوئے ایک مارکر اور ایک سفید کاغذ لے لیا تھا مَیں نے ایک ستون پر کاغذ رکھ کر ریاض مجید لکھا اور اس ریلینگ کے پاس کھڑا ہو گیا جہاں سے مسافر باہر نکل چُکے تھے بلکہ بہت سے نکل چکے تھے فلائٹ بیس پچیس منٹ پہلے آ چکی تھی میرے سامنے آٹھ دس مسافر تھے جو ایک ایک کر کے نکل رہے تھے میری نظریں ایک صاحب سے ملیں انہوں نے میرے ہاتھ کا کاغذ پڑھ لیا تھا میرے اندر نے گواہی دی کہ یہی وہ صاحب ہوں گے جو میرے کاغذات لا رہے ہیں۔

اُن کے ایک ہاتھ میں بیگ تھا اور دوسرے میں ایک لفافہ ____ انہوں نے مجھے دیکھا اور کہا ریاض صاحب یہ لیجئے اپنے کاغذ ____ مَیں نے اپنے مزاج اور صورت حال کے سبب

سراپا ممنونیت کے جذبے سے مغلوب ہوتے ہوئے اُن کے لئے تعریفی جملوں اور دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا ہی تھا کہ انہوں نے بتایا کہ سعودی عرب کی فلائیٹ کی بورڈنگ شروع ہوچکی ہے ’میں نے اُس کی اناؤنسمنٹ سنی ہے‘ اب آپ آگے کے کام کریں اور دعاؤں میں یاد رکھیں____ مجھے انہوں نے عجلت میں بتایا کہ میں روئی پلانٹ میں کام کرتا ہوں اُن دنوں ہمارے سینئر دوست اور معروف شاعر شہزاد احمد صاحب بھی روٹی پلانٹ سے وابستہ تھے مَیں نے ان سے اپنی دوستی کا حوالہ دیا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے لاہور میں جہاں جانا ہو میری گاڑی باہر کھڑی ہے انہوں نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے لینے کے لئے گاڑی آئی ہوئی ہے____ ’بس آپ جلدی کیجئے‘____ مَیں اُن کے لئے سراپا شکرگزاری کے جذبات میں ڈوبا وہاں سے بیرون ملک جانے والی پروازوں کے ایریا کی طرف بڑھا مَیں نے اپنے ڈرائیور کو خدا حافظ کیا بنک بوتھ پر مَیں نے عجلت میں کرنسی بدلی جب میں ایک ہاتھ میں یہ سب سفری دستاویزات اور کرنسی تھامے بریفنگ ہال میں داخل ہوا تو میری سراسمیگی دیکھنے والی تھی سامنے حفیظ صاحب اور تائب صاحب نظر آئے۔ حیرت اور خوشی کے تاثرات اُن کے چہرے پر نمایاں تھے۔ انہیں تازہ صورتِ حال کی خبر نہ تھی۔ رات ہونے والی گفتگو کے مطابق مجھے دو دن بعد کی فلائیٹ میں جدّہ پہنچنا تھا____

وہ بورڈنگ کارڈ لے چکے تھے میں نے اُن کا سیٹ نمبر لیا اور بورڈنگ کاؤنٹر کی طرف لپکا جہاز کے درمیان کی چار سیٹوں میں سے تائب صاحب کے ساتھ کی سیٹ خالی تھی مجھے وہ سیٹ مل گئی____ چوتھی سیٹ پہ ایک سکول ٹیچر تھے غالبًا پشاور کے کسی نواحی علاقے کے____ وہ روانگی کے آخری مرحلے پر ہم سے ذرا آگے تھے ان کے پاس NOC نہیں تھا اور متعلقہ اہل کار انہیں روک رہا تھا حافظ لدھیانوی صاحب نے انہیں کہا کہ ”بھائی انہیں روکیں نہ اگر خدا نے اپنے گھر بلایا ہے تو آپ کیوں روک رہے ہیں محبت کریں اور انہیں جانے دیں____ تائب صاحب اور مَیں نے بھی کچھ ایسے ملتجیانہ جملے کہے اُس نے مہربانی کی اور یوں وہ ہمارے ساتھ (شریک سفر

بلکہ شریکِ نشست بھی) ہو گئے۔

میں اپنے تاثرات اور واقعات کی بہت سی جزئیات چھوڑ رہا ہوں کچھ دیر بعد دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا چار رُکنی فضائی مختصر نعتیہ مشاعرہ ہو رہا تھا جس میں حافظ لدھیانوی، صدرِ نشست، حفیظ تائب مہمان خصوصی، مَیں سٹیج سیکریٹری اور اسی ترتیب سے میرے بائیں بیٹھے ہوئے واحد سامع وہ سکول ٹیچر تھے، شاعروں سے تین تین چار چار شعروں کی درخواست کی گئی تھی اور مَیں اپنی نعت کا شعر پڑھ رہا تھا

ے اُس آشنا کو مرا َمیرِ قافلہ کرنا
جو تیرے شہر میں آیا گیا زیادہ ہو

سو ــــــ یہ دلپذیر، نعت افروز اور مکمل حمد و نعت کی فضا میں ڈوبا ہُوا سفر ہم نے آغاز سے واپسی تک قدم قدم اور لمحہ لمحہ ساتھ کیا۔

واپسی پر طے ہُوا تھا کہ سب اس سفر نعت آثار کے بارے میں کچھ لکھیں تائب صاحب نے پنجابی میں ایک طویل نعت لکھی حافظ صاحب نے ’معراج سفر‘ کے نام سے ایک منظوم سفر نامہ لکھا جسے مسافرانِ حرم کے نام معنون کیا اس کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی صاحب نے لکھا ان کے دیباچے اور حافظ صاحب کے متن میں کئی جگہ شرکائے سفر کا ذکر آیا۔

میں نے ’سفرِ نعت آثار‘ کے نام سے ایک منظوم طویل نعت شروع کی تھی جس کا صرف حمدیہ حصہ ان دنوں مکمل ہُوا تھا ــــــ حافظ صاحب نے کہا کہ اسے دیباچے کی صورت میں ’معراج سفر‘ میں شامل کر دیتے ہیں اس مجوزہ نظم کے آخر میں تین احباب نامے بھی تھے حافظ صاحب اور حفیظ صاحب کے بارے میں میرے حُب نامے اسی دیباچے کے ساتھ شامل کتاب کر دیئے گئے اس دیباچہ کا عنوان ’منظوم سفر نامے کا دیباچہ ہے منظوم‘ حافظ لدھیانوی صاحب کا

رکھّا ہُوا ہے۔

اب 'مطالعات نعت' کے حوالے سے میرے نعتیہ دیباچے شائع ہو رہے ہیں تو قریباً بیس سال پہلے کے اس مطبوعہ منظوم دیباچے کو بھی اِن مطالعات میں شامل کر لیا ہے [حُب ناموں میں ہمارے غائبانہ شریکِ سفر صوفی حافظ محمد افضل فقیر صاحب کے بارے میں لکھے ہوئے اشعار اور مدینہ منورہ میں ملنے والے ہمارے کرم فرما پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی کے بارے میں کچھ شعر بھی اس عقیدت نامے کا حصّہ ہیں ____ وہ نعت آثار سفر پر لکھی گئی طویل یک کتابی نظم میں ان شاء اللہ شامل ہو جائیں گے۔ سرِ دست 'معراجِ سفر' والے اشعار اور دو حُب نامے اِسی ترتیب سے ہیں جس طرح 'معراجِ سفر' میں حافظ صاحب نے شامل کئے تھے۔ عظیم نعت نگار احباب اور معاصر نعتیہ شخصیات وغیرہ کے حوالے سے میرا منظوم ہدیہ عقیدت جو قصیدوں، نظموں، رباعیوں اور قطعات کی صورت میں لکھا ہے 'خراج عقیدت' کے نام سے جداگانہ طور پر مرتب کیا جا رہا ہے]

معراجِ سفر (منظوم سفرنامہ حجاز) ہے جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

دیارِ پاک کی جانب سفر معراج تھی اپنی
وہ منزل آسماں نکلی' وہ رستہ کہکشاں نکلا

(یہ کتاب مئی ۱۹۹۰ بیت الادب، فیصل آباد سے شائع ہوئی)

اس کے انتساب کی عبارت یوں ہے / انتساب مسافرانِ حرم کے نام

عرض مصنف کے آخر میں حافظ لدھیانوی صاحب نے لکھا:

''برادرم محترم ڈاکٹر ریاض مجید اس سفرِ سعادت میں میرے رفیق سفر تھے انہوں نے منظوم سفرنامہ حجاز پر ایک سو اشعار کا دیباچہ منظوم تحریر کر کے اس کتاب کے حسن و آرائش میں اضافہ کیا ہے اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامانہ وابستگی کا دلکش پیرائے میں اظہار کیا میری

اس کاوش کو حمدیہ و نعتیہ شاعری کو خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کیا میں اس کرم فرمائی پر اُن کا بے حد ممنون ہوں کسی منظوم نصف کا منظوم دیباچہ مری نظر سے نہیں گزرا اس اوّلیت کا شرف بھی ڈاکٹر ریاض مجید کا مقدر ہے۔

برادرم ڈاکٹر ریاض مجید نے رفقیان سفر راقم الحروف اور ممتاز نعت گو جناب حفیظ تائب کے بارے میں محبت آمیز اشعار میں اپنے تاثرات بیان کیے جو احباب کے ساتھ ان کے اخلاصِ باطن اور قلبی تعلق کا دلنشیں اظہار ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

دعا گو حفیظ لدھیانوی (ص۹)

'منظوم سفر نامہ حجاز' ______ ایک تاثر میں جناب احمد ندیم قاسمی نے لکھا:

> ''جذبات واحساسات کی اس شدّت کا اظہار سفر نامے کے آغاز میں دیکھا جا سکتا ہے جب انہیں حضرت حفیظ تائب اور حضرت ریاض مجید کے سے رفیقانِ سفر میسر آئے جن کی نعت گوئی سرمایۂ اردو ہے اس رفاقت کی کیفیات کا ذکر وہ بڑی سرشاری سے کرتے ہیں سفر کے آخر تک وہ اپنے ان قریبی دوستوں اور عزیزوں کی محبت کا بھی اعتراف کرتے چلے جاتے ہیں جو جدّہ سے مدینہ منورہ اور وہاں سے مکہ مکرمہ کے سفر کے دوران ان کی مدد و مدارات کرتے رہے'' (ص۱۲)

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ، ۷ر اپریل ۱۹۹۰

◆……◆……◆……◆

منظوم سفر نامے کا دیباچہ ہے منظوم

الف اَلحمد اللہ تیری ذات   خالقِ ممکنات و موجودات
ذات تیری بزرگ و برتر ہے   اے ہمہ خوبی و کمال و صفات!
لوحِ جاں سے نواحِ امکاں تک   تیرے انوار اور تجلیّات
صفِ دل سے کفِ زمانہ تک   تیرے آثار اور تری آیات
تیرا میثاق نامہ اَزلی   سرِ ہرِ خُلیہ مُہرِ ترقیمات
اور بے وضع کوزہ گر سارے   احسن الخالقین تیری ذات
ارحم الرّاحمین ، رحم ، کرم!   صدقۂ نُورِ سیّدِ سادات
اے خوشا لب پہ کِس کا ذکر آیا   کہ جھُکی رُوح بہرِ تعظیمات
دھڑکنیں دف کی لَے پہ گاتی ہیں   طَلَعَ البَدرُ کے حسیں نغمات
کِس کی آمد ہے خانۂ دِل میں   وجب الشُکر کی ہیں یہ ساعات
ہوا ماحول نعت آمادہ   اُبلے پڑے ہیں شُکر کے جذبات
صفتِ شمس جگمگاتا ہے   نوکِ خامہ پہ نورِ توصیفات
آپؐ کی نسبت گرامی سے   یثربِ فن ہُوا مدینہ صفات
اے خوشا ایسے شاعرانِ کرام   جن کے ہیں حمد و نعت موضوعات
لالہ و گُل بنا کے لفظوں کو   کاغذوں پہ کھلاتے ہیں باغات
وقف ایسے ثنا گروں کے لیے   دہر و عقبیٰ کے سارے انعامات

کیا سفر نامہ لکھّا حافظ نے
وردِ جاں جس کے 'نعتیہ قطعات'
کیں قلمبند کس روانی سے
سرِ کاغذ تمام کیفیات
سفرِ دلنشیں کی تصویریں
حضرِ کیف زا کی تمثیلات
حاصلِ ذوق کی مرصّع کشی
منزلِ شوق کے مرقّع جات
زہے اذکارِ نُورِ طیبہ کا
اے خوشا شہرِ شہؐ کی تفصیلات
جن میں رہتے تھے سرورِؐ عالم
ان مقامات کی ہیں تشریحات
ایسے تحریر کو کیا تصویر
چشمِ قاری چلے قلم کے سات
کیا اُتارے ہیں جذبے کاغذ پر
کر دیئے ہیں مصوّر احساسات
آگئے یاد ، کر گئے دِل شاد
سوز کے پل ، گداز لمحات
آنکھ میں اشک بن کے تیر گئے
سفرِ عمرہ کے حسیں دن رات
ہمہ اوراقِ روشنی وہ دِن
ساری وہ راتیں نُور کے صفحات
اے خوشا وہ نظر فروز حرم
دلکشا جس کا ذکرِ توسیعات
عرش منظر فضا مواجہ کی
وہ درُود و سلام کی اصوات
روح غرقاب نُور ، دِلِ سرشار
اللہ اللہ وہ بحرِ احسانات
دلِ زائر کو گھیرے رکھتا تھا
ہالۂ صد ہزار اَنوارات
گننے کس نے ، گنا سکے گا کون؟
زائرانِ حرم کے اکرامات
شانِ خیرِ کثیر کا صدقہ
بٹے دِن رات جنتِ خیرات
سہل تھا کِس قدر دنوں کا گزر
تھے زمامِ زماں پہ اپنے ہات
طیبہ کی خاکِ نُور چھُوتے ہی
اور سے اور ہو گئے حالات
ارضِ طیبہ تھی کہکشاں بکنار
زر بداماں تھے خاک کے ذرّات

حسنِ شہرِ نبیؐ کی تصویریں　　زندہ، تابندہ نُور کی آیات
اوج و معراجِ زندگی کہیے　　راہِ طیبہ میں جو کٹے لمحات
جلوہ ہائے مدینہ کا مذکور　　خواب ہائے ازل کی تعبیرات
کس قدر خوش نصیب لگتے تھے　　نعت گو روضۂ رسولؐ کے سات
دست بستہ غلام حاضر تھے　　سرِ دربارِ شاہؐ قدس صفات
واردات آنکھ کو بھگوتی ہوئی　　داغ دھوتی ہوئیں وہ کیفیات
کرم و لُطفِ شاہؐ کیا کہنا　　محترم لگ رہی تھی اپنی ذات
پیشِ آئنہ کون تھے ، دُنیا　　عکسِ آئینہ میں تھی کِس کی ذات
لکنت انداز استعارے تمام　　عجز اظہار ساری تشبیہات
آنکھ میں ، قلب میں، زباں پر تھا　　السّلام ، الصّلوٰۃ ، التحیّات
حاصلِ عمر تھے وہ پَل جو کٹے　　اہلِ درد و وِلا و نعت کے سات
برکاتِ قلم کا تحفہ ہے　　طرزِ حافظ کے رنگِ محسوسات
ثمراتِ حرم کی صورت میں　　زندہ تا حشر یہ رہیں ابیات

حافظ لدھیانوی

رہبرِ راہ حافِظ خوش گو　　شاعرِ خوش کلام و خوش گفتار
ہر پل آمادۂ ثواب و صواب　　ہر گھڑی ذکر و فِکر پر تیّار
صبح و شام آیہ و وصایا مست　　رات دن حمد و نعت میں سرشار
شاعرِ حمدِ ربّ و نعتِ رسُولؐ　　ورقِ رُوح جس کا خُلد آثار
ایک اِک جذبہ اس کا طیبہ سرشت　　اور مدینہ نژاد سب افکار

ہے زبان و بیان شائستہ
اور تہذیب یافتہ اظہار
حاصلِ صحبتِ بزرگاں ہے
جس کے اشغال کا حسیں معیار
کر کے خُوں رنگ و ‘خامۂ مژگاں’
لکھّے وصفِ رسُولؐ سے سرشار
حفظِ قرآں کے نُور و برکت سے
اس کا سینہ خزینۂ اَنوار
آنکھ میں ‘منزلِ سعادت’ ہے
رُو بہ طیبہ ہے فکر کا رہوار
لفظِ ہر حمد آسماں پیما
حرفِ ہر نعت کہکشاں بکنار
اس کی موجودگی کی برکت سے
فیصل آباد نعت کا گلزار
مانگ اس کے لئے دُعائے خاص
اس پہ فرمائے رحمتیں غفّار
کرمِ ‘ذُوالجلالِ والاِ کرام’
رات دن اس کے ہو یمین و یسار
حمد و نعت کے وسیلے سے
روز افزوں ہو اس کا عزّ و وقار
آیۂ فَاذکُرُونِی اَذکُرکُم
رکھّے گرد اس کے رحمتوں کا حصّار
دہر و عقبیٰ کے سب منازل میں
سایہ گستر ہو رحمتِ ستّار
وحشتِ حشر میں ریاض اس کی
نگراں ہو شفاعتِ سرکارؐ

حفیظ تائب

سرِ بابِ حفیظ تائبؔ لکھ
سیّدِ طائفہ بہ نعتِ جدید
پیکرِ مہر و بندۂ اخلاص
فن میں یکتا ، ثناگروں میں وحید
آسمانِ ادب پہ تابندہ
جس کی ایک ایک نعت کا خورشید
جس کی ہر نعت اُس کے قاری کو
بخشتی ہے مسرتِ تمجید
مو بہ مو فرقِ وصل و فصل کریں
جس کی آنکھیں رسالت و توحید
[اس کے فکر اور فن کے جذبوں کا
ہے رواں قافلہ بہشت کی سیدھ]

نعت کے ایک ایک مصرعے کی
جبرئیلِ امیں کریں تائید
جس کی صحبت دلیلِ خوش بختی
جس کی قربت دِل و نگاہ کی عید
رکھّے آداب دین کے ملحوظ
فن کرے جس کی شرع کی تائید
دین کے مختلف حوالوں سے
باطل افکار کی کرے تردید
جس کے اُسلوب کے مقلّد ہیں
نعت میں سب سُخنورانِ جدید
ہاں وہی چُن لیا گیا جس کو
بہرِ نعتِ رسُولِ ربِّ وحید
مانگ حق سے دُعائے خاص اس کو
ملے توفیق نعت و عمر مزید
اس کی قربت میں ہم کو کاش اے کاش
پھر مِلے اذنِ حاضری کی نوید
رُو بہ طیبہ ہوں مِل کے پھر اِک بار
تیری رحمت سے شاہ کیا ہے بعید

ریاض مجید

برگِ سدرہ: خلیق قریشی

خلیق قریشی کی نعت گوئی کو دو واضع حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ ان کی سفر حجاز سے قبل کے نعتیہ جذبات و افکار پر اور دوسرا سفرِ حجاز کے دوران اور بعد کے احوالِ و تاثرات پر مشتمل ہے ان دونوں حصوں کی نعت کے موضوعات اور ان کی پیشکش میں نمایاں فرق ہے۔ ان کی سفر حجاز سے قبل کی زیادہ تر نعتیں عقیدت کے ایک ایسے اظہار سے عبارت ہیں جس کے معنوی پس منظر کی فضا روائت دوستی، رسم، مطالعہ اور شنیدہ، دیدہ کا اعتبار اور درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ یہ عملِ تخلیق کا وہ مرحلہ ہے جب خارج داخل سے ہم آہنگ ہونے کی معراج حاصل کر لیتا ہے اور روایتی شاعری سچی تخلیق کے جذبے سے سرشار ہو جاتی ہے۔ حقیقی نعت گوئی کی یہی خوبی خلیق قریشی کے دوسرے دور نعت کا نمایاں وصف ہے۔

خلیق قریشی نت جو نعتیں پہلے دور میں لکھیں ان کے موضوعات نعت کے معروف موضوعات ہیں ان میں حضورؐ کی مدح، شفاعت طلبی، زیارتِ روضۂ رسول کی تمنا کا اظہارم سلام و صلوٰۃ اور فریاد کے نمونے ملتے ہیں (اگر نعت کی تعریف بعض ناقدینِ نعت کی خیال کے مطابق ''مدحِ رسولؐ سے ذکرِ اسلام تک'' پھیلا لی جائے تو ماہِ صیام، عید، عید قربان، جنگِ بدر، حجاج کا خیر مقدم اور خلیق کی کئی دوسری نظموں کو بھی نعتیہ شاعری کے ذیلی موضوعات میں شامل کیا جا سکتا ہے) اس حصے کی نعتوں میں نعتیہ مضامین و موضوعات کے اظہاع کے لئے جو زمینیں الفاظ و تراکیب، ڈکشن اور لب و لہجہ استعمال کیا ہے وہ اردو نعت گوئی کے عمومی نمونوں میں دیکھا جا سکتا

ہے مثلاً یہ نعتیں دیکھئے (مطلعے درج ہیں)

آج وہ دن ہے کہ فخرِ انبیاءؐ پیدا ہوئے
خواجۂ دو کون و شاہِؐ دوسرا پیدا ہوئے

قرارِ دل رسول اللہ سکونِ جاں رسولؐ اللہ
ترا ذکرِ حسیں ہر درد کا درماں رسولؐ اللہ

آنکھوں میں اتر کر دل میں بسے انوارِ مدینہ کیا کہنے
نظروں میں لہکتا ہے ہر دم گلزارِ مدینہ کیا کہنے

شرق مزّین، غرب منظّم، دست فلک میں نُور کا پرچم
روشن روشن، عالم عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

اے ماہِ عربؐ، میرِ عجمؐ، خواجۂ لولاکؐ
ہو گا کوئی تجھ سا، نہ ہُوا ہے تہہٗ افلاک

بلند ارفع ہے بے انتہا مقامِ رسولؐ
لبوں کو چومتے ہیں لوگ لے کے نام رسول

مندرجہ بالا نعتوں کی زمینوں (پیدا ہوئے، رسول اللہ، مدینہ، کیا کہنے، صلی اللہ علیہ وسلم، رسولؐ) کی ردیفوں کے ساتھ انبیاء، جہاں، انوار، عالم اور نام کے قوافی اور فخر انبیا۔ شاہِ دوسِراؐ، انوارِ مدینہ، گلزارِ مدینہ، ماہِ عربؐ، میرِ عجم، خواجۂ لولاکؐ ____ کے الفاظ وتراکیب عمومی نعت

کا وہ معروف سرمایہ ہیں جو اردو نعت کے ہر دور کے شعراء میں مقبول و مروج رہا ہے مطلعوں کے علاوہ ان پوری نعتوں کے مطالعہ سے ایسے الفاظ و تراکیب کی فہرست میں اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر خلیق کے پہلے دور کی نعتوں کا بنظرِ غائر تجزیہ کیا جائے تو اس قسم کی مثالیں بہ کثرت مل جائیں گی۔

خلیق کی نعت نگاری کا یہ دور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے ان کے دوسرے دور کی نعت گوئی کے مقابلے میں ایک رسمی دور نظر آتا ہے۔ جس میں محبت و انجذاب کی بجھائے قادرالکلامی اور مشق کی جلوہ کاری نمایاں نظر آتی ہے۔

خلیق کی نعت نگاری کا دوسرا دور ان کے سفر حجاز سے شروع ہوتا ہے ان کی زندگی کا سب سے مقدس سفر نہ صرف ان کی نعت گوئی کے لئے ایک خوشگوار اور حیرت انگیز واقعہ ثابت ہوا۔ بلکہ سفر سے اردو نعت بھی گراں قدر اور دل آویز تجربوں کے بیان سے ثروت مند ہوئی خصوصاً ان نعتوں میں وطنِ عزیز کے حوالے سے جس محبت و مسرت اور دردمندی سے لبریز محسوسات کا اظہار ہوا ہے یہ منفرد اظہار خلیق قریشی کی نعت نگاری ہی کا رنگِ خاص نہیں اردو نعت کی تاریخ میں بھی ایک نئے امکان کی نشاندہی کرتا ہے ذہنی اڑان اور روحانی ترفع کے اس عالم میں لکھی جانے والی نعتوں کی فضا میں ایک جداگانہ لب ولہجہ واضح طور پر نظر آتا ہے۔ یوں لگتا ہے اب ''رسم'' نے ''تخلیق'' کی جگہ لے لی ہے اور ''خارجی واقعات'' نے ''ذاتی واقعات'' کی _____ پہلے وہ دوسروں کو سفرِ حجاز پر روانہ کرتے ہوئے الوداعی اور پھر واپسی پر زائران حرم کے لیے خیر مقدمی نظمیں لکھتے تھے جن سے اُن کی حُبِّ رسولؐ اور محبتِ مدینہ کا اظہار تو ضرور ہوتا تھا مگر جن کی تخلیق کو خلیق قریشی جیسی انجمن آراء شخصیت کے سماجی تعلقات اور صحافیانہ ضروریات کا نتیجہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے مگر اب جب وہ خود اس سفر کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے تھے جس کی آرزو ہر سچے مسلمان کی زندگی کی ترجیحات میں سرِفہرست ہے تو ان کے جذبات و احساسات کا رنگ ہی اور نظر آتا ہے خلیق قریشی کا یہ سفر ان کی زندگی کے ایک اہم خواب کی تعبیر ہے خلیق نے ذہنی و روحانی مسرتوں کے حصول کے ساتھ جس طرح اپنی نعت میں اس سفر کے مختلف تجربات کو سمویا ہے وہ انہی

کا حصہ ہے وہ ان کیفیات وواردات سے گزرتے ہوئے انہیں ایک والہانہ جذب وکیف سے تحریر کرتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے ان کی تمام تر طباحانہ صلاحیتوں کا اظہار اسی سفر کو قلمبند کرنے کی ایک طویل شاعرانہ مشق تھا۔

سفرِ مدینہ کے حوالے سے خلیق کی نعتوں کا ایک نمایاں پہلو اُن کی مجلسی شخصیت اور ان کے ملّی رخ کردار کا آئینہ دار ہے انہوں نے نعت کے اس مرحلہ تخلیق پر بھی اپنے احباب اور وطن کو یاد رکھا۔ یہ بلاشبہ ان کی نعت نگاری کا ایسا منفرد پہلو ہے جس کی مثال اردو نعت میں کم کم ملے گی۔

اس دور کی نعتوں میں اُس منزلِ شوق جس کو نعت گو شاعر شہرِ خیر، قریۂ خوبی، خنک شہر، دیارِ آرزو، قریۂ رقت نواز اور شہرِ دل آرا ایسے سینکڑوں مبارک اور معتبر حوالوں سے یاد کرتے ہیں کے سفر کی روداد کے اہم سنگ ہائے میل نظر آتے ہیں اگر ہم ان نعتوں کا ترتیب وار مطالعہ کریں تو ان پر ہمیں ایک ایسے منظوم سفر نامہ کا گمان گزرتا ہے جس میں آغازِ سفر سے پہلے کی شوق آور کیفیات، ابتدائے سفر کی سرمستی، سفر کے دوران میں آنے والے مقامات اور منزلِ سفر کی جذباتی تصویر کشی اور حسرت انگیز واپسی تک کے ہر لمحہ سفر کا بیان ہے۔ آیئے اس معراج سفر کے لمحہ بہ لمحہ اور گام بہ گام احوال نامے کی کچھ تصویریں دیکھیں۔

ساتھیوں کو مدینہ روانہ کرتے ہوئے وہ خود بھی تصور میں مدینہ پہنچتے ہیں۔

خوش بخت مسافر ہے مدینے کا سفر ہے
جو ذرّہ ہے اس راہ کا تابندہ گوہر ہے

سب فاصلے مٹ جاتے ہیں اس در پہ پہنچ کر
اس در پہ پہنچ جانا ہی معراج بشر ہے

وہ تجھ کو بلائیں گے، بلائیں گے یقیناً
ہوں اُن کا غلام اور دعاؤں میں اثر ہے

آدابِ حضوری کا ہے یہ رنگ خلیق آج
پھیلائے ہوئے ہاتھ ہیں اور دیدۂ تر ہے

اپنے سینے میں بھی ایک ہوک اٹھتی ہے اور خواہش شدت شوق کا روپ دھارتی ہے کہ کاش____

اس رحمتِ تمامؐ کا دامن ہو اور ہم
ربّ کریم! طیبہ کا گلشن ہو اور ہم

سرکار دوجہاںؐ کی حضوری ہمیں ملے
سرخم ہو اور جھکی ہوئی گردن ہو اور ہم

چشم و لب و نگاہ و قدم کانپ جائیں
وہ دَر ہو اور سینوں کی دھڑکن اور ہم

اور پھر سفرِ حج کی اطلاع ملنے پر یہ جذبات دیکھئے

اے دلِ پُرشوق! مژدہ اُن کا پیغام آ گیا
منتظر جس کا تھا مدت سے وہ ہنگام آ گیا

آئی ہے بطحا کی جانب سے شمیمِ جانفزا
پہلے جھونکے سے دلِ مضطر کو آرام آ گیا

آ گیا اذنِ حضوری اے خلیقِ خوش نصیب
لے درِ آقاؐ سے تیرا خاص انعام آ گیا

نعتِ رسولِ پاکؐ زباں پر مری رہے
جب تک رہے الٰہی! یونہی زندگی رہے

طیبہ کی بام و کوچہ و در کا رہے طواف
بطحا کی وادیوں میں نظر گھومتی رہے

روضے کی جالیوں کے ہوں بوسے مجھے نصیب
سیری کے ساتھ ایک حسیں تشنگی رہے

دربارِ یثربی میں حضوری ہو رات دن
داتا کی بخششیں ہوں، یہ جھولی کھلی رہے

اس رحمتِ تمامؐ کا دامن ہو اور ہم
مولا گناہگاروں کی قسمت بنی رہے

روستوں کے روضہ رسولؐ پر سلام پہنچانے کی خبر ملتی ہے تو یوں گویا ہوتے ہیں۔

للہِ الحمد کہ آئے ہیں مدینے سے سلا
شاہ طیبہؐ کے غلاموں کے لئے نام بہ نام
ایک اک حرف کو آنکھوں سے لگایا' اچھا
ایک اک لفظ سے سو بار ہوئی رحمتِ رام
اک اک نقطے یہ صدقے مہ و سال و ایّام
ایک اک جملے پہ صد بار صلوۃ اور درود
ایک اک فقرے پہ صد بار درود اور سلام
یہ عنایت' کہ مری عرض وہاں پہنچی ہے
یہ سعادت' کہ حضوری میں لیا ہے مرا نام

سفر شروع ہوتا ہے

وطن پاک سے جاتے ہیں جو بطحا کی طرف
ہیں رواں خلد سے وہ خلد معلّے کی طرف

تشنہ لب' تشنہ نظر، تشنہ دہاں، تشنہ نصیب
کس طرح بڑھتے ہیں الطاف کے دریا کی طرف

لب پہ تکبیر و درود اور سلام و تمجید
کبھی آقا کے لئے اور کبھی مولا کی طرف

سرورِ دیںؐ! رہے ہر دم تری چشمِ الطاف
سبز پرچم کی طرف، ماہ و ستارہ کی طرف

راستے کی پہلی منزل عدن ____

تجھ سے ہمیں ہے ایک حسیں نسبتِ عزیز
اس نسبتِ عزیز سے تو ہم کو پیارا ہے
ہاں تیرا نام، نام عرب میں شریک ہے
ہاں تو عرب کی خلدِ بریں کا کنارہ ہے

مدینے کا سفر اور اس منزلِ ذوق و شوق کی طرف جاتے ہوئے جذبات کا والہانہ پن دیکھیئے:

اے صلّی علیٰ کون سی یہ راہگزر ہے
ہر کنج کے آغوش میں تنویرِ سحر ہے

رہوارِ تخیل سے بھی جاں رہتی ہے آگے
اے جذبۂ پُرشوق، مدینے کا سفر ہے

ہر غم سے نجات آ کے ملی ہے مرے دل کو
لاریب کہ یہ رحمت کونینؐ کا در ہے

اس شہرِ دل آرا کے در و بام پہ قربان
یہ شہر کہ اللہ کے محبوب کا گھر ہے

اور ـــــــ

پھر قافلہ شوق سوئے طیبہ رواں ہے
ہر سمت ضیا بیز مدینے کا سماں ہے
میں دیکھ رہا ہوں وہی کوچے وہی گلیاں
اس شہرِ دل آویز کا ہر گوشہ عیاں ہے

دیارِ نور پہنچنے پر خوشی اور بے تابی کا احساس ملاحظہ ہو۔

اے خوشا! صلّی علیٰ، شہرِ مدینہ آیا
خاتمِ ارض و سما کا وہ نگینہ آیا

دل بیتاب سنبھلنے کا اب آیا ہے مقام
دیکھ! کھول آنکھ، ادھر دیکھ، مدینہ آیا

مرے آقاؐ، مرے مولاؐ مرے ہادیؐ تجھ سے
عبد و معبود کا دنیا کو قرینہ آیا

جو ترے در پہ جھکے ہیں وہ سرفراز ہوئے
جو فدا تجھ پہ ہوئے ہیں انہیں جینا آیا

اور ـــــــ

خوشبوئے مدینہ ہے نسیم سحری میں
منزل کے قریب آ گئے ہم بے خبری میں

یہ اس کی عنائت ہے، نوازش ہے، کرم ہے
اسباب مہیا ہیں جو بے بال و پری میں

کب خود شکن و خویش فراموش بنو گے
تم گم ہو ابھی خود گری و خود نگری میں

اس دَر پہ خلیق کے میں یہ سوچ رہا ہوں
کیوں عمر گنواتا ہے جہاں دربدری میں

خاک طیبہ کا طلب گار خلیق آیا ہے
لے کے کیا طالع بیدار خلیق آیا ہے
انہیں ذروں نے خوشا چومے تھے مولا کے قدم
لینے ذروں سے وہ انوار خلیق آیا ہے
آپ کے دَر سے کوئی جا نہیں سکتا محروم
لاج رکھ لیجئے گہنگار خلیق آیا ہے

روضے والے ترا الطاف اگر ہو جائے
اک نگہ، اک نگہٗ خاص ادھر ہو جائے
یا نبی ہے ترے روضہ یہ سرافگندہ خلیق
تیری رحمت سے بلند اب مرا سر ہو جائے

مدینہ، شہرِ رسول کے بارے میں خلیق صاحب کے محسوسات دیکھئے:

اللہ دے حسنِ در و دیوارِ مدینہ
دلکش ہیں دل آویز ہیں انوارِ مدینہ
ہے اس کی عنائت سے خلیق اذنِ حضوری
اب دل میں بسا لے در و دیوار مدینہ

اب نعت کے پردے میں وطن کا درد اور ملّی کسک ملاحظہ فرمائیں:

وطنِ پاک پہ شاہاؐ ترا الطاف رہے
وطنِ پاک پہ آقاؐ رہیں تیرے اکرام
یہ وطن طنطنائے قوم و وقارِ ملّت
یہ وطن دبدبۂ دین ونشانِ اسلام
یہ وطن عرصہ الحاد میں حق کا مرکز
یہ وطن معرضِ ادبار میں دیں کا پیغام
اس کے ہر گوشے میں مولا وہی سورج ابھریں
جن کی کرنوں سے درخشندہ محمدؐ کا ہو نام

اور اس شہرِ خیر سے رخصت اور الوداع کا جانکاہ منظر ملاحظہ ہو۔

الوداع اے ماہ طیبہؐ مہر بطحا الوداع
الوداع اے رحمت و نورِ سراپا الوداع
الفراق اے سر زمینِ دینِ قیمؐ الفراق
رخصت اے سر چشمہ رشد و ہدایا الوداع
جا رہا ہے نعمتوں سے بھر کے دامن کو خلیق
الوداع آقائےؐ دیںؐ مولائےؐ دنیا الوداع

قارئین کرام مثالوں کی اس کثرت پر معاف فرمائیں ’’لذیذ بود حکایت دراز تر گستم‘‘ ــــــ دراصل خلیق قریشی کی نعت گوئی کا یہ حصہ جو کیفیاتِ مدینہ سے متعلق ہے اتنا پُر کیف اور پُر تاثیر ہے کہ اس کی وضاحت کے لئے ان مثالوں کا حوالہ ضروری تھا۔

اس حصے کی نعتوں کی فضا ہی اور ہے لب ولہجہ کی بے ساختگی، خیالات کی روانی اور بہاؤ سیدھی سادی مگر پرتاثیر زبان، جیسے پانی اپنے راستے خود بناتا ہے ایسے ہی سفر و قیام مدینہ کے جذبات و کیفیات بے ساختہ جس سانچے میں ڈھلیں ان کا فطری پن برقرار رہا ہے۔ کہیں تصنّع اور تکلّف کا شائبہ نہیں یہاں وضع تراکیب اور اظہارِ مدح رسولؐ کے لیے اشیاء واماکن کے خارجی حوالوں کے برعکس ذاتی احوال اور واردات کا فطری بیان ہے۔ دل کی باتیں۔ جذبے کی ترجمانی میں بے ساختگی اور فطری پن کے سبب ان نعتوں کا جذبہ وتاثر پہلے کی نعتوں سے کہیں زیادہ ہے یہ نعتیں شوق کی سرشاری میں بھیگی ہوئی ہیں انہیں پڑھنے اور سننے والے ان کیفیات میں ڈوب ڈوب جاتے ہیں تو کہنے والا کن کن واردات واحوال سے گزرا ہوگا خلیق کی یہ نعتیں جن میں اظہارِ کیفیات کے لئے سفرِ مدینہ کو بنیادی حوالہ بنایا گیا ہے واقعی ان کی شاعری کی معراج ہیں۔

یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا مدینہ کا لفظ ہی خلیق قریشی کے جذبہ نعت گوئی اور حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مہمیز کا کام کرتا ہے سفر مدینہ سے متعلق ان کے تمام اشعار اسی حقیقت کے ترجمان ہیں کہ اس دیارِ اقدس کا خیال اور ذکر ہی اہل جذب وولا کے لئے مقناطیسی اثر ہے۔ مدینہ منورہ کی زیارت اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے خوش بخت احباب کے لئے لکھی گئی منظومات میں اس شیفتگی اور پرکیف اظہار نظر آتا ہے جو خلیق صاحب نے ’’اے خنک شہرے کہ آنجا دلبرؐ است‘‘ کے لئے رکھتے ہیں زائرانِ کرام کو رخصت کرتے ہوئے، اُس دیار خیر وخوبی سے ملنے والے خطوط کے لئے، روضہ رسول اکرمؐ پر پیش کئے جانے والے سلام و پیام کے تذکار اور دعاؤں کے لئے، حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوکر گھروں کو واپس لوٹنے والے خوش بخت احباب کے لئے انہوں نے جس سے مشرف ہوکر گھروں کو واپس لوٹنے والے خوش بخت

احباب کے لئے انہوں نے جس سرشاری سے اپنی وارداتِ قلبی کو منظوم کیا ہے وہ ان کی مدینہ منورہ سے وابستگی اور محبت کا بلیغ حوالہ ہے۔ مدینہ منورہ کے مقامات احوال اور ہر جذبہ و نسبت جو مدینہ کے سفر اور قیام سے متعلق ہے خلیق قریشی کی نعت گوئی میں والہانہ پن اور سرمستی کا مظہر بن گئی ہے۔

روضۂ رسول اکرمؐ کے تاثرات خلیق قریشی کی نعت نگاری کا نقطۂ نگاری کا نقطۂ عروج ہیں یہاں انہوں نے فنّی کمال دکھانے کی بجائے سادگی اور جذب و مستی سے عبارت ایک ایسا لب ولہجہ اختیار کیا ہے جو پُرسوز، دلدوز اور رقت انگیز ہے ایسی نعتوں میں جو دربارِ رسالت مابؐ پر حاضری کے پس منظر میں لکھی گئی ہیں حاضری کی سعادت حاصل ہونے کے احساس خوش بختی کے ساتھ ساتھ اُس بارگاہِ عالی میں اپنے جذبات کے اظہار اور اس ذات والا تبارؐ کے حضور مدح وسلام کے لئے شایانِ شان الفاظِ عقیدت کی نایابی، اپنی کوتاہیوں اور عصیاں پر ندامت، حضورِ اکرمؐ سے برکت جوئی اور شفاعت طلبی ایسے نازک احساسات و جذبات کو بڑے پُر کیف اور موثر انداز میں سمویا ہے لمحاتِ حضوری کے حوالے سے لکھی جانے والی نعتیں کم و بیش ایسے تمام محسوسات اور تجربات کی نشاندہی کرتی ہیں جن سے ہر زائرِ حرم گزرتا ہے خلیق قریشی کی یہ نعتیں دیکھئے (صرف مطلعے درج ہیں)

ماتھے پہ پسینہ ہے ندامت ہے نظر میں
اِس طرح خلیق آیا ہے اللہ کے گھر میں

خاکِ طیبہ کا طلبگار خلیق آیا ہے
لے کے کیا طالعٔ بیدار خلیق آیا ہے

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں

ان نعتوں کا لب و لہجہ اور انداز ہی جدا ہے سلاست و سادگی ، تسلسل و روانی ، شیفتگی و سرمستی ، عرضِ حال میں فطری پن اور سچائی ، ذاتِ رسالت مآبؐ کے حضور سراپا ندامت اور ہمہ تن معصیت ہونے کا احساس ، برکت طلبی اور حصول شفاعت کے لئے سرتاپا ملتجی اور مجسم سوال بننے کا جذبہ ____ یہی خلیق قریشی کی حقیقی نعت گوئی کے دور کے پر اثر اور تابناک عناصر ہیں جن سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان نعتوں کا قاری رقّت و شیفتگی کے تجربے سے گزرتا ہے تو شاعر کیفیات و واردات کے کس عالم سے نہ گزرا ہوگا۔

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں

مطلع والی نعت کے بارے میں ظہیر قریشی (خلیق کے بڑے صاحب زادے) رقم طراز ہیں:

”سرکاری طور پر ایک وفد برطانیہ بھیجا گیا۔ جس کا مقصد کشمیر کے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنا تھا والد صاحب مرحوم بھی اس وفد میں شامل تھے۔ برطانیہ کا سرد ترین موسم، ایک عاشقِ رسولؐ، سچے پاکستانی کا اپنا انداز کہ قومی لباس قومی تشخص کو اجاگر کرنے کے لئے بطور خاص پہنے رکھتے، ٹانگوں میں تکلیف ہوگئی، اتنی بڑھی کہ نماز پڑھنا بھی دشوار ہوگیا، ڈاکٹروں نے برطانیہ میں ٹھہر کر علاج کرانے کا مشورہ دیا۔ لیکن حُبّ رسولؐ کہاں رکنے کی اجازت دیتی ہے۔ جانتے تھے کہ جہاں مجھے جانا ہے وہاں پر درد کی دوا ہے۔ اسی تکلیف کی حالت میں عمرہ کرنے کے لئے سر زمینِ حجاز جا پہنچے۔ بے تاب نگاہوں کو آنسوؤں کی تنی ہوئی شادر میں روضۂ رسولؐ کی زیارت نصیب ہوئی تو پلکوں کے بند توڑ کے اشک بہہ نکلے۔ اسی جذب و مستی کیف و سرور، عشق اور وصل کی کیفیت میں نوافل ادا کرنے لگے۔ سجود و قیام میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ روضۂ رسولؐ کے سامنے جبینِ نیاز خم کرنے کی سعادت حاصل کی روضۂ رسولؐ کی جالی کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کی تو گر پڑے کہ ٹانگوں میں درد شدید تھا۔ یوں تو شاعر نے یہ بھی کیا خوب کہہ کہ

اے ضعف! مدد کر درِ احمدؐ پہ گرا دے
دربان کہے ''اٹھ'' کہوں ''اٹھا نہیں جاتا''

لیکن اِدھر معاملہ یہ بھی تھا کہ کچھ ماننا تھا، کچھ مانگنا تھا، عشقِ رسولؐ میں گریہ وازاری کرتے رہے۔ دعا کی ''اے مالکِ کون ومکاں درِ محبوب پر پڑا ہوں تکلیف میں ڈرتا ہوں کہ بیٹھتے ہوئے پاؤں کہیں کسی ایسے رخ پر نہ آجائیں۔ جہاں بے ادبی کا گماں ہو۔ اے ناداروں کو نوازے والے، حاجت مندوں کی حاجات رفع کرنے والے مجھے صرف اتنا نواز کہ میں تیرے حبیبؐ کے دَر پر بھکاری بن کر بیٹھ سکوں'' ____ دینے والے کی رحمتوں کا شمار نہیں اور مانگنے والے کے جذبوں کو کسی پل قرار نہیں کہ آن کی آن میں تکلیف رفع ہو گئی والدِ مرحوم نے دوزانو بیٹھ کر ایک خاص کیفیت میں نعت لکھنا شروع کی جس کے ایک ایک حرف سے عاصی اور گنہگار کی بخشش کے لئے دہائی ہے آنسوؤں میں گندھے ہوئے جذبے جو صفحہ قرطاس پر آکر انمول موتی بنے ہیں گوہر ہائے گراں مایہ، اظہار معاصی و ندامت، طلبِ بخشش، سوال ____ کیا کچھ نہیں اس میں ____'' (زیر ترتیب: خلیق نمبر روز نامہ عوام فیصل آباد جنوری ۹۲ء)

اس خاص پس منظر کے ساتھ درِ حبیبؐ پر کہی ہوئی یہ نعت پیشِ قارئین ہے

اشک بہتے ہوئے رخسار تک آ پہنچے ہیں
عرض لے کر تری سرکار تک آ پہنچے ہیں
رحمؑ اے رحمتِ کونینؐ دہائی تیری
دستِ تعزیر گنہگار تک آ پہنچے ہیں
ہم گنہگار ہیں پونجی بھی یہی ہے اپنی
ہم بہرحال خریدار تک آ پہنچے ہیں
اُس نے بخشش کی مدینے میں لگائی ہے سبیل
اور پیاسے بھی درِ یارؐ تک آ پہنچے ہیں

اب کڑی دھوپ کا ڈر ہے نہ کٹھن منزل کا
ہم ترےؐ سایۂ دیوار تک آ پہنچے ہیں
سبز گنبد کے مکیںؐ، رحمتِ خالق کے امیںؐ
تیرےؐ شیدا، ترےؐ دربار تک آ پہنچے ہیں

وہ تریؐ شانِ کریمی، یہ مرا عجزِ بیاں
چند جملے لبِ اظہار تک آ پہنچے ہیں
ماہِ طیبہؐ کے لئے نقدِ دل و جاں لے کر
ارضِ یثرب، ترے بازار تک آ پہنچے ہیں
دل میں ہر غم سے چھپا کر جو رکھے تھے آنسو
آج وہ چشمِ گہر بار تک آ پہنچے ہیں
مژدہ اے اشکِ رواں، قلبِ تپاں، دردِ نہاں
ہم مسیحائے خوش آثار تک آ پہنچے ہیں
للہ الحمد! کہ تاریکیٔ شب ختم ہوئی
اے خوشا! مطلعٔ انوار تک آ پہنچے ہیں

اس خاص پس نظر میں درِ حبیبؐ پر کہی گئی یہ نعت ایک نا قابل بیان تاثیر اور کیف کی حامل ہے تخلیقِ نعت کے باب میں تاثیر و کیف کی ایسی ترسیل ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ثنائے خواجہ کا یہ انداز عطائے خواجہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

❖……❖……❖……❖

عَبدُہ وَرَسولُہٗ: حکیم شریف احسنؔ

جناب شریف احسنؔ ہمارے ان اکابرین ادب سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی ذہنی تشکیل اعلیٰ اور عمدہ ادبی ذوق پر استوار ہوئی۔ شعر گوئی، جسے فنِ شریف سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، ہر دور میں اعلیٰ ادبی صفات رکھنے والی شخصیات کے تخلیقی معمولات سے وابستہ رہی ہے۔ بعض ایسی شخصیات، جن کی وجہ سے شہرت شعر گوئی نہیں، گاہ گاہے یہ شغل اختیار کرتی نظر آتی ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالکلام آزاد، نیاز فتحپوری سے لے کر عبدالحلیم شرر اور ڈپٹی نذیر احمد تک بیسیوں نام ایسے گنوائے جا سکتے ہیں جنہوں نے زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں شعر کہے۔

حکیم شریف احسنؔ کی شعر گوئی بھی ایک ایسے ہی عمدہ ذوق اور اعلیٰ افتادِ طبع کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو شاعری کا اتنا وسیع مطالعہ کیا ہے کہ اچھی شاعری کے عناصر ان کے مزاج میں رچ بس گئے ہیں۔ رومی، سعدی، حافظ اور غالب و اقبال کے خصوصی مطالعہ کی جھلک ان کی روزمرہ زندگی اور گفتگو میں ایک رچی بسی کیفیت کی مظہر ہے۔ ان بڑے شاعروں کے کلام سے پیدا ہونے والا ذوق، جو اب بڑی تیزی سے کم ہوتا جا رہا ہے، شریف احسنؔ کے مزاج کا خاصہ ہے۔ ان کی مصروفیات سے کسی کو اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ شاعر ہو سکتے ہیں۔ مگر شاعری ان کی ذہنی تشکیل میں ایک اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی مضمون نگاری مجلس اقبال (فیصل آباد) کی نشستوں میں نکھر کر سامنے آئی۔ اقبالیات کے رموز و مسائل ان کے ذوقِ مطالعہ کی اولین ترجیحات میں ہمیشہ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی طرف سے تحقیق، تخریج، حواشی اور ایک باب کے اضافہ کے ساتھ ''اسلام کا نظام، حقوق و فرائض'' کے نام سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ)

کی فارسی کتاب حقیقت الاسلام کا ترجمہ بھی کیا۔ گاہ گاہے ان کی علمی اور ادبی تحریریں فاران (کراچی) چراغ راہ (کراچی) مشیر (کراچی) جہان نو (کراچی) ترجمان القرآن (لاہور) ”سیارہ“ (لاہور) اور نشور (راولپنڈی) میں چھپتی رہی ہیں اور ان دنوں سیرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔

ان کی شعر سراسر نعت گوئی ہے۔ انہوں نے نعت کے علاوہ کبھی کسی اور موضوع پر قلم نہیں اٹھایا۔ شعر وشاعری کے حوالے سے ان کا تمام تر تخلیقی اثاثہ نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

ان کی نعت گوئی کا نمایاں وصف اُس حبِّ اطاعت نژاد کا اظہار ہے جو اس نعت گوئی کی بنیاد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدر سے شیفتگی کا پیمانہ ہر دور کی نعت گوئی میں اجاگر ہے۔ مگر میں جس پہلو کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں وہ حبِّ اطاعت نژاد یا محبت اطاعت سرشت ہے۔ آج کی نعت میں آپؐ کی ذاتِ ستودہ صفات سے محبت وعقیدت کا اظہار تو عام ہے مگر حکیم صاحب نے اپنے کردار کی طرح اپنی شاعری میں بھی اسے ایک بنیادی اور ضروری لازمہ کی حیثیت سے دیکھا ہے کہ نعت سے وابستگی کے بدیہی نتائج واثرات ہر نعت گو اور ثنا دوست سے اسی اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اردو شاعری کا وہ خاص دور جو گذشتہ صدی کے آخر ربع سے برپا ہے، نعت کا دور ہے۔ اسے حفیظ تائب نے ”بہار نعت“ سے تعبیر کیا ہے۔

اس دور میں جہاں اردو نعت کی مقدار اور معیار میں اضافہ ہوا وہاں نعت کے مضامین و مسائل سے وابستہ مباحث بھی عام ہوئے۔ اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہ بھی سامنے آیا کہ غزل کی شاعری کے برعکس نعت کی شاعری سرسری انداز مین یعنی موضوع سے ہٹ کر (Detach) ہو کر نہیں کی جا سکتی۔ یہ صفت بطورِ خاص لکھنے والے سے ایک ایسی ہمہ وقتی وابستگی اور شیفتگی کا مطالبہ کرتی ہے جو تقلید، پیروی اور اطاعت سے کم کسی درجہ پر مطمئن نہیں ہوتی۔ سورۂ شعراء میں قرآن کریم نے استثنائی صورت حال میں شعر کہنے والوں سے جن باتوں کا مطالبہ کیا ہے، ان سے پہلو

تہی کر کے نعت گوئی عقیدت محض کا اظہا ہوگی۔

حقیقی اور تخلیقی نعت گوئی کے لئے ضروری ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے عقیدت و محبت اوت حبّ و وِلا کا اظہار آپؐ کا پیغام، سیرت اور منصبِ نبوت کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی طرف پیش قدمی کا ذریعہ بنے۔ معاصر نعت کے حوالے سے حقیقی و تخلیقی نعت گوئی کا ایک ایسا باب سامنے آیا ہے جوانہی خصائص سے عبارت ہے۔ جن کی طرف پہلے نشاندہی کی گئی ہے۔ یعنی حبّ و ولا کے ساتھ حضورؐ کے منصب، پیغام، نبوت کے اعلی مقاصد اور تقلید و اطاعت کے تبلیغ آثار مضامین کا بیان۔ حقیقی نعت گوئی ہر نعت گو سے اس وابستگی کا تقاضا کرتی ہے کہ بقول حکیم صاحب:

محبت بے اطاعت کرنے والے
خود اپنی بات کو جھٹلا گئے ہیں

اگر نعت کاران (جن میں نعت گو، نعت کے مرتبین، محققین اور ناقدین شامل ہیں) اپنے عمل سے اس محبتِ رسول کی شہادت نہیں دیتے تو عقیدتِ محض کا اظہار زیادہ برکت خیز اور رحمت افزا نہیں ہوسکتا۔

جیسا کہ نعت کے ارتقائی مطالعہ سے ظاہر ہے عربی، اردو، فارسی، سندھی، پشتو، بلوچی، پنجابی اور دوسری تہذیبوں میں جاری زبانوں میں لکھی جانے والی نعتوں کا ایک بڑا مرکزی دھارا آپؐ کی مدح اور محبت کے مضامین سے عبارت ہے۔ اس مرکزی دھارے میں کہیں کہیں نادرہ کاری کے نمونے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ نادرہ کاری شعری آہنگ، تراکیب، بحور و اوزان اور لفظیات سے لے کر اسالیب کی تازگی تک پھیلی ہوئی ہے۔ حکیم شریف احسنؔ صاحب کی نعت کا مطالعہ نعت کے مرکزی دھارے کے ساتھ ساتھ قاری کی توجہ زبان و بیان کی اس تازگی کی طرف بھی مبذول کراتا ہے۔ اس تازگی کا علاقہ مضامین، خیالات اور مواد سے لے کر قوافی اور لفظیات

تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کے ہاں بعض مقام معاصر نعت گوئی میں خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی نعت کا یہ مجموعہ ایک پرتاثیر مطالعہ کا حامل ہے اور آج کی نعت کو آگے بڑھاتا ہے۔ نمونے اور مثالوں کے لئے درج ذیل اشعار دیکھئے:

○ مرتبۂ رسالت مآب کا تذکار

عجب تاثیر ذکر مصطفیٰؐ ہے، اس سے ہوتی ہے
تشفی قلبِ سوزاں کی ، تسلی چشمِ گراں کی
گیاہِ ناتوں ان سے ہوا نخلِ فلک پیما
قدم رکھا جہاں، پھوٹیں شعاعیں علم و عرفاں کی

لب پہ آئے جو مرے صلِّ علیٰ، ارض و سما
میری آواز میں آواز ملا دیتے ہیں

کہتے ہیں جسے دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
سنئے جو اسے صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ہے

○ اطاعتِ رسولؐ کی ضرورت و اہمیت:

بجھا سکتے ہیں عشق مصطفیٰؐ ہی سے اسے احسن
جو آتش سینۂ مغرب میں صدیوں سے دہکتی ہے

پھر ابوجہل اندھیرے ہیں جہاں پر غالب
جو بھلا دیتے ہیں انؐ کو یہ سزا دیتے ہیں

غمِ دنیائے دوں میں گھلنے والو
غمِ دنیا بھی کوئی مسئلہ ہے؟

محبت انؐ کی ہر غم کا مداوا
اطاعت انؐ کی ہر دکھ کی دوا ہے

اک بندۂ ناچیز بھی محبوبِ خدا ہے
اے سیدِ عالمؐ تری طاعت کا صلہ ہے

O امّتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کی نشاندہی:

ان سے ہم دور ہوئے، غیر کے مقہور ہوئے
اپنے بھی آج خفا ہم سے ہیں بیگانے بھی

انساں کہ ناز ہے اسے علم جدید پر
بے دست و پا کھڑا ہے اس اژدر کے سامنے

نہیں ہے اب کہیں جائے اماں جائے کہاں انساں
مساجد بھی مبدّل ہو گئی ہیں قتل گاہوں میں

O اظہارِ نعت کے بارے میں عجز و انکسار کا بیان:

حسن لفظوں میں بیاں ان کا کہاں ہوتا ہے۔ کچھ جو ہوتا ہے تو وہ عجزِ بیاں ہوتا ہے نیز دیکھئے آئندہ عنوان کے تحت دیئے ہوئے اشعار۔

O وفورِ جذبات سے لبریز مسلسل بیان سے عبارت سادہ اور پُر تاثیر نعتیں:۔

ٹوٹی پھوٹی زبان میں مَیں نے
جرأتِ نعتِ مصطفیٰؐ کی ہے
بزمِ حسانؓ میں جگہ کے لئے
سعی یہ اک شکستہ پا کی ہے

توتلوں سے وہ پیار کرتے ہیں
بے زباں کو زباں عطا کی ہے
نعت پر نعت، یوں کرم پہ کرم
لطف و احساں کی انتہا کی ہے
میرے لفظوں میں، میرے اشکوں میں
روشنی انؐ کے نقشِ پا کی ہے
دیکھیے کیا جواب آتا ہے
بوسۂ پا کی التجا کی ہے

O نئے قوافی اور الفاظ تراشی کے نمونے:

ہیں پتھر بیت مدعی ہیرگی کے
ہے ہیرا وہی جو چمک میں ہے ہیرا
دلوں کی صدا ہے، لبوں پر دعا ہے
سراجاً منیرا، سراجاً منیرا
درود انؐ پہ بھیجو، سلام انؐ پہ بھیجو
کثیراً کثیرا، کثیراً کثیرا
چھپتی ہے چھپانے سے کہیں مشک کی خوشبو
کرتے ہیں کہیں پھول بھی دنیا میں تقیّہ

O عربی الفاظ وتراکیب، آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسول اکرمؐ سے وابستہ علمی لب ولہجہ:

طے ہوا یوں شبِ اسرا سَفرِ ''او ادنیٰ''
دیکھتے رہ گئے منہ نور کے پیمانے میں

شرف ملا ہے غذائے شہِ اممؐ کا انہیں
چہ خوش نصیب ہیں خرما و آب ودانۂ جو

کس کو یارائے گفتگو ہے یہاں
میزباں حق ہے ' عبدہٗ مہماں

کہا ہے شہرِ عداوت کو کس نے لا تثریب
یہ شانِ عفو ہے حدِ محال سے آگے

حکیم شیرف احسنؔ صاحب نے ان مضامین کے اظہار میں ایک سادہ مگر باوقار اسلوب اختیار کیا ہے۔ ان کی لفظیات کے پس منظر میں ان کا گہرا مطالعہ لو دیتا نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں لفظ اپنے صحیح تلفظ اور مفاہیم میں استعمال ہوتے ہیں۔ جو ان کے علمی مرتبے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ نعت گوئی ان کے لئے اظہارِ محض نہیں، کارِ محبت و عبادت ہے۔ محبت جب اطاعت کی سی یکسوئی اختیار کر لے تو آپ عبادت بن جاتی ہے۔ حکیم شریف احسنؔ کی نعت گوئی اسی عبادت کا رتبہ و مقام لئے ہوئے ہے۔

❖......❖......❖......❖

عطائے شۂ کوثر: اختر سدیدی

اختر سدیدی کی شخصیت کی تین نمایاں جہتیں تھیں شاعر، صحافی اور منفرد سٹیج سیکرٹری۔ ان کی شخصیت کی تیسری جہت اتنی معروف تھی کہ اس کے سامنے دوسری دو جہتیں زیادہ نمایاں نہ ہو سکیں انہوں نے عمر کا بڑا اور اہم حصّہ روز نامہ ’سعادت‘ فیصل آباد (پہلے لائل پور) میں صحافتی خدمات سرانجام دیتے گزارا بچپن ہی سے انہیں نثر اور شاعری سے بھی دلچسپی تھی نثر میں انہوں نے افسانے مضامین، اخباری کالم، شذرے، اداریئے لکھے رپورٹ نگاری کی شاعری میں انہوں نے غزل، نظم، قطعات لکھے اور ایک نمایاں تخلیقی کام عقیدت نگاری کے حوالے سے کیا جس میں حمد، نعت اور مناقب لکھے انہوں نے پنجابی میں بھی شاعری کی۔ صحافتی مضامین اور اداریوں کے علاوہ ان کا تخلیقی کام کئی مسودّوں پر مشتمل ہے گزشتہ سالوں میں ’حصار لمحات‘ کے نام سے اُن کا ایک شعری مجموعہ شائع ہُوا اب ’عطائے شۂ کوثر‘ کے نام سے ان کا نعتیہ کلام اور کچھ منقبت نگاری کے نمونوں پر مشتمل کتاب شائع ہو رہی ہے۔

اختر سدیدی کا یادگار کام ان کی شگفتہ اور عالمانہ انداز کی سٹیج سیکرٹری شپ تھی ان کے پاس الفاظ و تراکیب کا وسیع ذخیرہ تھا وہ شخصیات، سٹیج اور تقریبات کے مزاج آشنا تھے وہ، غزل، نظم، منقبت، مرثیہ ہر طرح کی صنف کے حوالے سے منعقد ہونے والی تقریب کے مزاج اور آداب کے مطابق کاروائی کو آگے بڑھاتے انہوں نے صوبائی اور قومی سطح پر کئی ملک گیر مجالس اور تقاریب کو اپنی لسانی خصوصیات سے یادگار اہمیت کی حامل تقاریب بنایا مختلف علمی ادبی شخصیات کو سٹیج پر بلانے سے پہلے وہ فصیح اور بلیغ انداز میں اُن شخصیت کے نام کے حروف کی مناسبت سے تعریفی اور توصیفی فقرات کے ہار بناتے ان کے انداز میں تکرار نہیں تھی وہ ہر بار ایک منفرد اور

تعریفی اور عالمانہ اسلوب کے ساتھ متعلقہ شخصیت کے بارے میں خیر مقدمی کلمات ادا کرتے۔ وہ موسیقی کے رموز سے بھی آشنا تھے نہ صرف کبھی کبھار اپنا کلام وجد آفریں طن سے پڑھتے بلکہ اکثر موسیقی کے حوالے سے خوبصورت گفتگو بھی کرتے وہ ایک شگفتہ اور دلآویز شخصیت کے مالک تھے حلقہ احباب اور شعری انجمنوں کی جان۔۔۔ انہوں نے سادگی اور درویشانہ سرمستی میں زندگی گزاری۔ زندگی میں بہت کچھ کہا اور لکھا مگر اپنی تخلیقات کی جمع آوری پر پوری توجہ نہ دی۔

مقامِ مسّرت ہے کہ ان کے اہل خانہ نے ان کے کلام اور مسوّدوں کی شیرازی بندی کا کام ان کی وفات کے قریباً دو عشروں کے بعد شروع کیا۔

''عطائے شۂ کوثر'' کا کلام ان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا ترجمان ہے وہ صاحبِ نسبت شخصیت تھے تصوف اور سیر دسلوک کے مرحلوں سے واقف یہی وجہ ہے کہ ان کی عقیدت نگاری میں جذب و محویّت کا منفرد انداز جھلکتا ہے ان کی نعت کے یہ اشعار دیکھئے:

جو بھڑکائی ہے آتش عشق کی ہنس ہنس کے سینے میں
فراقِ یار میں رو رو کے دہ آتش بجھائیں گے

تُوؐ دو جہانوں کی توقیر کا ہے سرمایہ
کہ تیرا پرچمِ رحمت سدا بلند رہا

مَیں کعبۃُ اللہ کی دیواریں چوم آیا ہوں
یہ رسمِ بندگی مَیں نے بھی کچھ ادا کی ہے

اختر سدیدی نے زمانے کے آشوب اور مسائل و مصائب کی یلغار کے مقابلے میں مسلمانوں کو وہ فرمان رسولؐ یاد دلاتے ہیں جس میں مسلمانوں کو اتفاق سے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

ایک ہو جاؤ نہ بکھرو اِس جہانِ کار میں
یاد ہے اب تک یہ فرمانِ رسولِ ہاشمی

سمجھ لے جو شبِ اَسریٰ کی اِک مُعجز نُمائی کو
تو اُس کی وقت سے بھی تیز تر رفتار ہو جائے

ان کے لئے حضور اکرمؐ کی محبت دنیا اور آخرت میں ڈھال کی طرح ہے ایک ایسے ڈھال جس کے سبب وہ زمانے کے شر و فتن ہی سے محفوظ نہیں بلکہ بروز حشر بھی جس کی پناہ کے طالب ہیں۔

وہ پوچھیں گے اگر ”اعمال نامہ کیسا لائے ہو؟“
جھُکا کر سر ندامت سے مَیں چند آنسو بہالُوں گا

ان اشعار میں اختر سدیدی کی ذات رسالت مآب سے عقیدت و محویت کے ساتھ، صحابہ کرام اور اولیائے کرام سے اُن کی محبت و شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے

سُلائے یار پہلو میں سدیدؔی یار مدنی نے
حضورِ پاکؐ کا یہ حلقۂ یاران تو دیکھو

ان کے کئی شعروں میں یہ سرستی شرامیت کی حدوں سے نکلتی اور طریقت کی حدوں میں داخل ہوتی محسوس ہوتی ہے۔

”مَیں اور تُو“ تھا پردہ، یہ پردہ اُٹھ گیا ہے
تو میرا ہو گیا ہے مَیں تیرا ہو گیا ہوں

ان کی عقیدت نگاری کا رنگِ خاص مجلسی اندازِ عقیدت سے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام، شعری زمینوں اور اوزان میں خوش آہنگی اور مقبول عام طرزیں ہائی جاتی ہیں ان کا لب ولہجہ بھی سادہ ہے۔ الفاظ تراکیب میں بھی وہ اپنے سامعین وقارئین کے مزاج کا خاص خیال رکھتے ہیں ان کی نعتوں می شفاعت طلبی کے عناصر بھی نمایاں ہیں اور نبی نوع انسان پر حضور اکرمؐ کے فیضان کا تذکار بھی جھلکتا ہے دوری کا کرب بھی ہے اور حضوری کی کیفیات کا بیان بھی ہے۔

مِرے آنسو سرِ مژگاں سدیدؔی جب کبھی چمکے
مِرے نوکِ قلم پر آ گئے اشعار مدحت کے

پہنچ جائے گا منزل پر یقیناً قافلہ میرا
نشانِ راہِ منزل تم ہو میرِ کارواں تم ہو

سدیدؔی مدحتِ محبوب میں محفوظ ہوں شر سے
جہنم میں بروزِ حشر مَیں خود کو بچا لوں گا

زمانے کے آشوب اور مسائل کی یلغار میں ہر سچے مسلمان کی طرح ان کی بھی یہی دعا ہے کہ پایانِ عمر کے شب و روز مدینے میں بسر ہوں۔

دنیا کا کوئی گوشہ بھی اب پُرسکوں نہیں
گزریں مدینے پاک جو دن رات مانگ لو

الفاظ کی تکرار کا حسن ملاحظہ ہو۔

ہادئ عرب و عجم ہیں ہادئ برحق مِرے
بندۂ حق کر دیا اُن کی شریعت نے مجھے

انہوں نے اپنی ثقافت کو بھی حضورِ اکرمؐ کی نسبت اور فیضان سے ...... کیا ہے بلاشبہ وہ احباب جو سدیدی صاحب کے رنگِ سخن اور ذات سے آشنا میں اس شعر کی مقانیت کی داد دیں گے

جب سے مَیں نے نام لینا سیکھا ہے سرکارؐ کا
کر دیا مشہور دنیا میں نقابت نے مجھے

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اختر سدیدی کے اس ہدیہ عقیدت کو قبول فرمائے اور ان کی یہ نعتیں اُن کی نجات کا ذریعہ بنیں (آمین) میں اپنے تاثر ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

ابیات حب فزا شہہؐ کوثر کی
آیاتِ یا صفا شہہؐ کوثر کی
لایا ہے اختر سدیدی نعتیں
مقبول ہو یہ عطا شۂ کوثر کی

❖......❖......❖......❖

نویدِ بخشش: محمد افضل خاکسارؔ

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں افضل خاکسار ایک منفرد انداز رکھتے ہیں یہ انداز ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و آداب سے خاص ہے۔ گولڑہ شریف کے دبستانِ محبت و نعت سے نسبت کی آنچ بھی ان کے گدازِ نعت میں شامل ہے فنی پختگی اور شعر گوئی میں مہارت اور ایک خاص درک رکھنے کے سبب اُن کی نعت گوئی علمی خصوصیات لئے ہوئے ہے فارسی اور اردو اساتذہ کے کلام کے مطالعہ سے ان کے اسلوب نعت گوئی میں ایک کلاسیکی شائستگی در آئی ہے ان کے اولین نعتوں میں سے ایک کا مطلع دیکھئے:

یوں اڑا لے مجھے اے شاہسوارِ رحمت
معصیت دیکھتی رہ جائے غبارِ رحمت

آج سے تقریباً ربع صدی پہلے کا یہ مطلع اپنے جملہ فنی محاسن کے سبب ان کی نعت گوئی کے روشن مستقبل کا رخ متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔ صوفی محمد افضل فقیر حافظ لدھیانوی اور حفیظ تائب جیسے اکابرین نعت کی خصوصی نشستوں سے جہاں برادرم عارف رضا، اکرام مجید، کوثر علی بھی ہوتے افضل خاکسارؔ سے اکثر یہ نعت سنی جاتی۔ فیصل آباد میں یہ نعتیہ نشستیں صوفی محمد افضل فقیر کے آنے سے جمتیں گاہ گاہے حفیظ تائب بھی ان کے ہمراہ ہوتے اور دو دو تین تین دن نعت کے سالیب و موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی۔

افضل خاکسارؔ بھی ہمارے ان شاعروں میں ہیں جو پختہ غزل گوئی کے بعد نعت کی طرف راغب ہوئے ہیں اور نعت کی صنف اقدس کے فیضان کے سبب نعت ہی کے ہو گئے ہیں

یوں غزل گوئی کے علائم و رموز اور معروف فنّی علامات و محاسن نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف میں آتے ہی زیادہ پُر تاثیر اور کیف زا ہو گئے ہیں عصرِ حاضر میں نعت کا موضوع اگر چہ دوہا ماہیا اور دیگر مختصر شعری اصناف سے لے کر طویل کینٹو اور یک کتابی نظموں کی صورت اظہار پذیر ہوا ہے مگر مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے نعت کے موضوع کا مؤثر اور خوبصورت اظہار غزل کے وسیلے سے ہوا ہے یہ ایک تخلیقی حقیقت ہے کہ ہر صنف اپنی مخصوص صنفی خوبیاں ساتھ لے کر آتی ہے مثلاً مثنوی میں دو دو مصرعوں کا تسلسل اور بہاؤ رباعی میں اس کے مخصوص اوزان اور ایجاز اور مسدّس میں پانچویں اور چھیویں مصرعوں کی ماہرانہ کاٹ وغیرہ وغیرہ۔ غزل کی صنف میں نعت کے خیالات اپنے مخصوص تہذیبی، علامتی، لسانی اور صنفی پس منظر میں تخلیق پذیر ہوتے ہیں یہ پس منظر قریب قریب ایک ہزار سال تک پھیلا ہوا ہے۔ مترنم بحور کا انتخاب، کلیدی اور پر معنی قرانی تراکیب و تلمیحات کا فنکارانہ استعمال اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غزل کا مخصوص لب و لہجہ جو اس کے علائم و رموز اور ایجاز و اختصار سے عبارت ہے یعنی دو مصرعوں میں ایک پورا جہان معنی ایک مکمل موضوع ایک موزوں خیال، اپنے باطن میں یہ دو مصرے ایک مکمل نظم کی وسعت رکھتے ہیں۔

افضل خاکسار کی نعت گوئی میں غزل کے مذکورہ بالا فنی محاسن اپنے پورے دلآویز تلازمات اور تاثیر کے ساتھ ساتھ در آئے ہیں ان کے جذبہ تخلیق کی نعتیہ صورت گری میں فارسی اور اردو غزل کا گہرا مطالعہ جھلکتا ہے۔

جیسے کہ ان تاثرات کے شروع میں نشاہدہی کی گئی تھی، افضل خاکسآر کی نعت گوئی کا ایک نمایاں وصف ان کا اپنے سلسلۂ نسبت سے انسلاک کا اظہار ہے معاصر نعت گوئی میں یہ شاید اپنی طرز کی پہلی مثال ہے کہ نعت گوئی میں نہ صرف یہ کہ جگہ جگہ وہ اپنی اس نسبت کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ اس پر اپنے فخر اور انبساط کا تذکار بھی کرتے ہیں۔

درج ذیل اشعار دیکھئے:

؎ عشق کے گولڑہ مکتب سے سند یافتہ ہوں
نسبتِ مہرِ علی شاہؒ سے ہوں فاضلِ نعت

؎ میرے دل میں ہے حُبِّ نبیؐ موجزن
مجھ کو دکھلائے مہر علیؒ راستہ

؎ افضلؔ ہے وہ دل عرشِ معلّٰی سے بھی افضل
نسبت ہے جسے حُبِّ نبیؐ مہرِ علیؒ سے

؎ سب آئنہ سازیاں ہیں حسنِ ازل کی ورنہ
نجف کہاں، کربلا کہاں، گولڑا کہاں سے

؎ ازل سے شیوہ رہا ہے اس ناز آفریں کا
حسین تر رخ، جمیل تر آئنے میں رہنا
گہے بہ بغداد شکلِ غوثِ جلیؒ میں آنا
برنگِ مہرِ علیؒ گہے گو لڑے میں رہنا

کمک پاؤں مریدی لاتخف سے
مری نصرت شہِ جیلاںؒ سے فرما

گولڑہ شریف کے حوالے اور قبلہ مہر علیؒ کی نسبتِ سلسلہ میں افضل خاکسارؔ کے اشعار جس اعتبار اور طمانینت کے عکاس ہیں وہ ان کی پوری نعت گوئی کے پس منظر میں جھلک رہی ہے پیر مہر علیؒ سے صاحبزادہ نصیر تک نعت کا ایک اہم حوالہ اس سلسلہ تصوف سے خاص رہا ہے یہ شعر دیکھئے۔

؎ سدا سکھی رہے جگ جگ جیئے نصیر ترا
غریبِ شہر کا اک آسرا ہے یا سرورؐ

؎ آ ؤ چننے ریاضِ نعت کے پھول
وادیِ گولڑا میں چلتے ہیں

؎ از مدینہ تا بہ بغداد از نجف تا گولڑا
دور تک پھیلا ہوا اک سلسلہ ہے نور کا

ان اشعار میں مدینہ بغداد نجف اور گولڑا اسی سلسلۃ الذہب کی مختلف کڑیاں اور اسی نسبتِ نور کی مختلف کرنیں ہیں جن کی وابستگیِ فیضان اور حصار میں افضل خاکسار ثنا گوئی کا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں ان نسبت اور فیضان نے جہاں ان کی نعت گوئی کو ایک رنگِ انفرادیت عطا کیا ہے وہاں ان کی نعت گوئی میں صوفیانہ خیالات و مضامین کی آمیزش کے لئے بھی درواکیا ہے ان کی نعت گوئی کا بنظرِ غائر مطالعہ ان کے مضامین نعت میں بعض ایسے صوفیانہ خیالات اور عقائد کی تبلیغ و تذکار کا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے جو معاصر اردو نعت میں انہیں سے خاص ہے ان صوفیانہ مضامین کے انسلاک سے ان کے ہاں حمد نعت اور منقبت مصرع بہ مصرع اور شعر بہ شعر ساتھ ساتھ چلتی نظر آتی ہے موضوعات نعت کا یہ باطنی سفر ایک ایسے تخلیقی تجربے کی عطا ہے جس کے ڈانڈے کہیں کہیں وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے تلازمات سے ملے ہوئے ہیں۔

؎ بہ بزمِ وحدت عروج کیسا نزول کیسا
ہے نورِ حق جلوہ گر جہاں، ماسوا کہاں ہے

اسی طرح:

؎ کمک پاؤں مریدی لا تخف سے
مری نصرت سہِ جیلاںؒ سے فرما

ایسے کئی استمدادی اشعار اسی فیضان طلبی کے آئینہ دار ہیں جس سے ان کا پورا وجود سرشار ہے تصوف اور اپنے سلسلہ نسبت سے عقیدت و وابستگی کا یہ منفرد انداز افضل خاکسآر کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے۔

ان کی نعت گوئی کی دوسری بڑی خصوصیت فنِ شاعری پر ان کی گرفت اور ان کا ماہرانہ اندازِ بیاں ہے۔ ان کی مدحت گری میں فارسی اور اردو غزل گوئی کے کلاسیکی اسالیب کے پورے علائم و رموز جھلکتے ہیں۔ یہ علائم و رموز اپنی کلاسیکی شائستگی اور اپنے مخصوص تلازمات کے ساتھ اظہار پذیر ہوئے ہیں۔ مہارت، لفظی شکوہ، قوافی اور ردائف سے وابستہ معنویت، استادانہ قرینہ اور رکھ رکھاؤ ان کے فنِ نعت گوئی کی نمایاں خصوصیات ہیں انہی فنّی اوصاف کے سبب ان کی نعت گوئی کی شان عالمانہ وقار اور مؤثر خوش سلیقگی رکھتی ہے معاصر اردو نعت کے مختلف اسالیب میں کہیں باطنی گداز، رقّت اور جاں سپاری، نعت گو کے فن میں اخلاص اور تاثیر کے جوہر کو ابھارتی ہے اور کہیں فن کے خارجی مظاہر الفاظ کا شکوہ قافیہ و ردیف کی دلآویزی، تراکیب کی نادرہ کاری اور عربی و فارسی تلمیحات قرآن اور احادیثِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ جات نعت کو ثروت مند بناتے ہیں افضل خاکسار کی نعت گوئی کا غالب اسلوب خارجی محاسن و اوصاف کی جلوہ گری سے مزیّن ہے وہ بقول شاعر:

؎ داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد

الفاظ برتنے کا سلیقہ جانتے ہیں اور انہیں اپنی دلالتِ وضعی میں استعمال کرنے کی ریاضت سے آشنا ہیں قاری کے دل اور دماغ پر ان کی نعت گوئی کے اولیں تاثرات ان کے خارجی فنی محاسن میں سے پیدا ہوئے ہیں مگر لحن و لہجہ کے اس شکوہ، انفرادیت، بلند آہنگی اور سحر کے پس منظر میں ان کا گداز بھی لو دیتا نظر آتا ہے۔

نعت اور صاحبِ نعت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی عقیدت و وابستگی اور فدویت و جاں سپاری کا ذوق اور جذبہ ان کے مضامینِ نعت میں رقّت اور گداز کے عناصر بھی لئے ہوئے ہے۔ ان کی نعت میں صنفِ نعت سے محبت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ان کی عقیدت، آپؐ کی آل، عترت اور اصحاب سے الفت، درودِ پاک، شہرِ مدینہ، گنبدِ خضریٰ، دیارِ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور حضوری کے تجربات و مشاہدات اپنے تلازمات کے ساتھ اس انداز میں اظہار پذیر ہوئے ہیں کہ قاری ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ شعر دیکھئے:

؎ کھوٹے سکے مری دعاؤں کے
ان کے شہرِ عطا میں چلتے ہیں

؎ ہم غلامانِ درِ آلِ نبیؐ ہیں افضلؔ
ساری دنیا سے نرالی ہے ہماری دنیا

؎ یہ غلط کہ نعت شہِ زمن فقط ایک بات کی بات
یہ مراقبات کی دنیا ہے یہ مشاہدات کی بات ہے
ہے یہ خاکسارؔ کی التجا کبھی میرا جڑا نگر بسا
مری زندگی کا ہے مسئلہ تری ایک جھات کی بات ہے

◆……◆……◆……◆

مغلوب مدحت: طاہر صدیقی

مغلوب مدحت کی برطرح غالب نعتیہ مساعی پر اظہارِ خیال سے قبل دو باتوں کا سرسری تذکرہ ضروری ہے پہلی بات مرزا غالب کی غزلوں کی زمینوں میں نعتیہ افکار کے امکانی اظہار کے بارے میں ہے اور دوسری بات اس بارے میں اب تک کی جانے والی کوششوں میں اپنی معلومات کی حدتک دو چار کی نشاندہی ہے۔

جہاں تک غالب کے فنّی وشعری نابغہ (Poetic Genius) ہونے کی بات ہے تو وہ مسلم الثبّوت ہے مرزا کے ہاں الفاظ کا استعمال اتنا بلیغ اور معنویت سے بھرپور ہے کہ پوری اردو شاعری میں اپنی مثال آپ ہے انہوں نے اپنے اشعار میں معانی کے استعمال کو جس ندرت اور مہارت سے استعمال کیا ہے انہیں خود بھی اس کا ادراک تھا وہ کہتے ہیں۔

گنجینہ معانی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

واقعی ـــــ تخیّل کی دبیر فضاؤں اور تہہ بہ تہہ بلندیوں تک مرزا غالب نے لفظوں کے ذریعے جو رسائی حاصل کی ہے یہ انہی کا حصہ ہے ـــــ انہی لفظوں سے مرزا نے اپنے محسوسات و مشاہدات کے اظہار کے لئے جو پیرایۂ ہائے اظہار تراشے ہیں وہ ان کی غزلوں کی زمینوں میں ظاہر ہیں (شعری اصطلاح میں زمین غزل کے آہنگ اور ردیف وقافیہ کی آمیزش سے تیار کی ہوئی وہ سطر/ لائن، مصرع یا لفظوں کی ترکیب وترتیب ہے جس پر پوری غزل کا ڈھانچہ استوار ہوتا ہے) مرزا غالب کے کلام میں دو طرح کی شعری زمینیں ملتی ہیں ایک خاص ان کی طبع زاد ـــــ جس کا

استعمال پہلی بار انہوں نے کیا اور دوسری وہ زمینیں ہیں جو سادہ، عام اور مستعمل ہیں جو ان کے زمانے میں، ان سے پہلے یا آج کل بھی عام استعمال ہو رہی ہیں مثلاً پہلی طرح کی زمینوں میں یہ مصرعے دیکھئے

؎ ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
؎ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

اور دوسری طرح کی زمینوں میں یہ مصرعے دیکھئے:۔

؎ کل کے لئے کر آج نہ خسّت شراب میں
؎ گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے

اگر غالب کی زمینوں کا بہ حیثیتِ مجموعی تجزیہ کیا جائے تو ہمیں ان کی زیادہ زمینیں طبع زاد اور منفرد ملیں گے یہ الگ بات ہے کہ ایک بڑا شاعر عام اور سامنے کی زمین میں بھی بڑے بلیغ اور با معنی شعر نکال لیتا ہے اور ایک عام شاعر اگر اتفاق سے اس کے ہاتھ کوئی نادرالوقوع یا منفرد زمین لگ جائے تو وہ اس سے اعلیٰ مضمون کے شعر کشید نہیں کر سکتا بقول حافظ شیرازی

تو و طوبیٰ و ما و قامت یار
فکر ہر کس بہ قدرِ ہمتِ اوست

(ہمارے ایک کلاسیکی اندازِ غزل کے شیدا دوست علامہ اقبال کی زمین/مصرعے ؎ کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مۂ کامل نہ بن جائے ___ کے بارے میں حسرت سے کہتے تھے کہ دیکھیں اقبال نے اس زمین میں شعر کہتے ہوئے تِل کا قافیہ چھوڑ دیا ہے ورنہ ......تِل نہ بن جائے ___ میں کیا خوبصورت شعر ہو سکتا تھا) خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا اصل بات شعری زمین اور شاعر کی تخلیقی صلاحیت کی ہے۔ مرزا غالب کی اکثر زمینیں ان کی اپنی طبع زاد ہیں اگر انہوں نے عام اور متداول زمینوں میں بھی شعر کہے ہیں تو ان میں بھی ان کی فنّی مہارت اور تخلیقی صلاحیت کی چھاپ نظر آتی ہے۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نئی زمینوں کی تخلیق کے ساتھ بعض شاعروں کی نظر جب مرزا غالب کے کلام پر جاتی ہے تو انہیں مرزا غالب کی زمینوں میں بھی نعت مضامین کے اظہار کے امکانات نظر آئے جیسا کہ علم شعر سے تعلق رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ شعر کی ندرت اور جدّت کا بڑا تعلق اس کی زمین سے ہوتا ہے ہمارے نعت نگاروں نے یوں نعتیہ افکار و محسوسات کے لئے مرزا غالب کے کلام سے رجوع کیا۔ اس کی دو بڑی وجہیں تھیں۔ ایک یہ کہ نعتوں کے لئے نئی زمینیں تلاش اور تخلیق کرنے کے بجائے انہوں نے مرزا غالب کے دیوان سے تیار شدہ اُن معروف زمینوں کا انتخاب کر لیا جن میں انہیں نعت کے امکانات نظر آئے اس انتخاب کی دوسری وجہ مرزا غالب کے حضور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار بھی تھا شاعر عام طور پر کسی کی معروف زمینیں میں شعر نہیں کہتے البتہ کسی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے گاہ گاہے اس کی زمین میں شعر کہتے ہیں (ایسی صورت میں وہ آغاز کلام ہی ہیں (نذرِ غالب) کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے لئے جب عقیدت نعت نگاروں نے دیوان غالب سے رجوع کیا اور ان کی غزلوں کی زمینوں میں نعتیں کہیں ___ تو یہ ان کے لئے ایک انوکھا اور نازک تجربہ تھا۔ ایسی نعتیں پڑھتے ہوئیں مرزا غالب اور نعت نگار شاعر۔ دونوں میں تخلیقی صلاحیت مزاج، فنّی مہارت اور لفظ شناسی کا جو فرق ہے اس کی طرف قاری کی توجہ کا فوری طور پر مرتکز ہونا فطری بات ہے ایسی کوشش و کاوش غیر محسوس طور پر ایک مقابلے کی فضا کو جنم دیتی ہے نا چاہتے ہوئے بھی نعت نگار ایک امتحاں، آزمائش، مسابقت کی کیفیت سے گزرتا ہے یہ وہی بات ہے جیسے غالب نے کہا تھا

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا
اسد اللہ خاں قیامت ہے

یوں طرح غالب میں نعت رسول اکرمؐ لکھنا فی نفسہٖ ایک اہم اور مشکل تخلیقی تجربہ ہے۔ طرز غالب میں نعت لکھنا بہر حال مقابلہ نہیں تو ایک آزمائش ضرور ہے جس سے لکھنے والا شعر بہ شعر، ایک امتحان سے گزرنا ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جن شاعروں نے بھی غالب کی زمینوں میں نعتیں کہیں ہیں ان کے ذہنوں میں دُور دُور تک غالب سے مقابلہ کا خیال نہیں مرزا غالب کی استادی تسلیم کرتے ہوئے انہوں نے صرف اظہار عقیدت کے لئے ان کی زمینوں کو نعت کے لئے برتا ہے ایسے شاعروں کی تعداد چار چھ نہیں سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جنہوں نے یا تو غالب کے دیوان پر مکمل نعتیہ دیوان لکھے یا مرزا کی اکثر معتد بہ زمینوں پر اظہارِ نعت کیا یا غالب کی دو چار زمینوں کو نعت کے لئے برتا۔

مرزا اسداللہ غالب کی غزلوں پر نعتیں لکھنے کی بڑی وجہ ان کی شاعرانہ عظمت ہے جو ان کے مخصوص طرز ادا کے سبب ہے ان کے بقول

؎ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور ____

اس انداز بیاں میں 'اور' کا جداگانہ تخصّص ہمہ پہلو ہے ان کے کلام میں الفاظ کے استعمال اور جدّت آفریں دروبست (جسے وہ گنجینۂ معنی کا طلسم کہتے ہیں) سے لے کر ان کی تراکیب، محاکات اور دوسرے اسلوبیاتی اوصاف جن میں ان کے شعری زمینیں بھی انفرادیت رکھتی ہیں، یہ ہمہ پہلو جدّت کارفرما ہے۔

واضح رہے کہ مرزا غالب سے پہلے بھی اردو شاعری اپنے ابتدائی نمونوں سے ان تک آتے آتے تین چار صدیوں کا سفر طے کر چکی تھی اور اس کی روایت اپنے تشکیلی دُور سے گزر کر پختہ ہو چکی تھی غزل کے علائم و رموز اور ان سے وابستہ تلازمات ایک واضح پس منظر ترتیب دے چکے تھے لیکن مرزا غالب نے اپنے جدّت پسند مزاج سے اس روایت میں ایسا تاریخ ساز اضافہ کیا کہ میر جیسے 'خدائے سخن' کی تخلیقی کارکردگی کے بعد مرزا کے کلام سے اردو غزل ایک جدید، منفرد اور

تازہ رجحان اور اسلوب سے آشنا ہوئی۔

غالب کے اس اسلوب کا ایک بڑا سبب ان کی شعری زمینیں ہیں جو اتنی کشش آور ہیں کہ ان کے امکانات کھوجتے کھوجتے سینکڑوں شاعروں نے اپنی تخلیقی مساعی صرف کی مگر ان زمینوں کی تازگی تا حال باقی ہے خصوصاً پچھلی نصف صدی سے بعض شاعروں نے ان زمینوں میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کی طرف توجہ دی یا یوں کہئے ان زمینوں کے شعری امکانات نے انہیں اس طرف راغب کیا کہ انہیں نعتیہ مضامین و افکار کے بیان کے لئے استعمال کیا جائے یوں ''مرزا غالب کی شعری زمینوں میں نعت نگاری'' ایک بڑا موضوع سامنے آیا برّصغیر پاک ہند میں گزشتہ صدی میں اس حوالے سے ایک بڑا نعتیہ اثاثہ تخلیق ہوا جس کی مختلف شکلیں ہیں۔

۱۔ بعض شاعروں نے مرزا غالب کے دیوان میں شامل غزلوں میں سے کچھ غزلوں پر نعتیں لکھیں

۲۔ بعض نے دیوانِ غالب پر مکمل نعتیہ دیوان لکھے

۳۔ بعض شاعروں نے چند ایسی زمینوں پر تضمین کے طور پر مربع خمسہ وغیرہ کی طرز پر نعتیں لکھیں

یوں بہ حیثیت مجموعی 'بہ زمین غالب'____ وقیع سرمایہ نعت تخلیق ہوا۔ اور سال بہ سال سامنے آ رہا ہے کہ اس سرمائے کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ اور تجزیاتی جائزہ با قاعدہ ایک پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع ہے۔

واضح رہے کہ غالب کی شعری زمینوں میں چند ایسی بھی ہیں جو بظاہر نعتیہ فضا کی تشکیل میں معاون نہیں نعت کی صنف جس احترام اور ادب کی متقاضی ہے ان زمینوں کی ردیفیں اس کے سازگار نہیں۔

کئی نعت نگاروں نے غالب پر نعتیہ دیوان لکھتے ہوئے ایسی زمینوں سے صرف نظر کیا ہے____ راغب مراد آبادی اور بشیر حسین ناظم سے ریاض احمد پرواز اور ریاض ندیم نیازی تک ایسے بیسوؤں شاعر ہیں جنھوں نے غالب کی شعری زمینوں میں نعتیں (اور حمدیں بھی) لکھ کر جہاں ایک طرف اپنی عقیدت نگاری کے نمونے پیش کئے ہیں وہاں مرزا غالب کو ایک اعتبار سے خراج عقیدت بھی پیش کیا ہے جو اس سرمایہ عقیدت کی تخلیق کا وسیلہ بنے

’مغلوب مدحت‘ فیصل آباد کے نوجوان نعت نگار طاہر صدیقی کا تازہ مجموعہ نعت ہے طاہر وہ تازہ کار نعت نگار ہیں جنھوں نے گزشتہ سالوں میں اس ’شہر نعت‘ کو اپنی جدّت پسندی، مہارت فن اور نعت کی صنف سے مستقل و مسلسل وابستگی سے کئی نعتیہ مجموعوں کے تحفے دیئے نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا انسلاک لائق تحسین ہے ’مغلوبِ مدحت‘ اس انسلاک کی تازہ مثال ہے جو ان کے یک کتابی طویل نعتیہ قصیدے ’’قصد نعت‘‘ کے بعد اُن کا بڑا نعتیہ کارنامہ ہے ____ مرزا غالب کی زمینوں پر غزل لکھنا مشکل ہے چہ جائیکہ ان پر نعتیں لکھی جائیں____ اس کی بڑی وجہ جس کی پہلی نشاندہی کی جا چکی ہے وہ شعوری یا غیر شعوری تقابل ہے جسے قاری کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا نا چاہتے ہوئے بھی وہ اس احساس کو جھٹک نہیں سکتا کہ غالب کا اس زمین کو برتنے کا شعری اور تخلیقی روّیہ کیا تھا اور یہ شاعر اسے کیسے برت رہا ہے، ہر زمین اور ہر قافیے پر ایسا تقابل از خود قاری کے ذہن میں آجاتا ہے یوں جس طرح لکھنے والا غزل بہ غزل، زمین بہ زمیں اور قافیہ بہ قافیہ ایک تخلیقی اضطراب اور آزمائش سے گزرتا ہے اس طرح قاری بھی شعر بہ شعر اس تقابل کی فضا سے گزرتا ہے____ اگر اس نعتیہ سرمایہ کو مرزا غالب سے ہٹ کر دیکھا جا سکے تو اس کی قدر و قیمت اور ہوگی اور اس پر زیادہ رائے زنی نہیں ہوگی لیکن اگر غالب کے ضمن میں ایسے شعروں کا مطالعہ کیا جائے تو خوامخواہ کے تقابل سے رائے زنی کی گنجائش نکل آتی ہے اس کی ایک فطری وجہ بھی ہے کہ شاعر نے از خود غالب کی راہ پر چلنے کی خواہش کی ہوتی ہے مگر ’خواہش‘ اپنے امکان کے مطابق کوشش کی بھی متقاضی ہوتی ہے اور ’کوشش‘ اتنی اختیاری نہیں ہوتی جتنی

خواہش ــــــ (ویسے تو انسان اپنی مرضی سے کوئی چیز چاہ بھی نہیں سکتا کہ خواہش کی کونپلیں بھی انسانی ذہن میں قدرت کی رضا سے پھوٹتی ہیں)

یہاں معروف یونانی ناقد لانجائنس کی بات یاد آتی ہے کہ ’’کاملینِ فن کے مقابلے میں کھڑے ہونا اور ان کی تقلید کی کوشش خود ایک بہت بڑی کامیابی ہے سو بطرز غالب نعت نگاروں کی خواہش اور ارادہ بذات خود ایک بڑی کامیابی ہے۔

’’مغلوب مدحت‘‘ کے شاعر نے اپنے عجز کا اعتراف اس نعتیہ سرمایہ کے آغاز ہی میں کر لیا ہے۔ غالب کی شعری زمینوں میں نعت کہتے ہوئے انہوں نے کوئی بلند بانگ دعوہ نہیں کیا ان کی سابقہ محنت اور مطالعے نے غالب کے اتباع میں کس حد تک کامیابی حاصل کی اس سوال کے جواب کے لئے اس کتاب کا جائزہ لیں تو درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں

۱۔ مغلوب مدحت ــــ قریب قریب ’متداول‘ (مکمل دیوان غالب نہیں) پر لکھی گئی نعتیں ہیں طاہر صدیقی نے چند غزلوں کے سوا تقریباً غالب کی سبھی غزلوں پر نعتیں لکھی ہیں انہوں نے جو چند زمینیں چھوڑی ہیں وہ نعتیہ تشکیل میں معاون نہیں تھیں۔

۲۔ طاہر صدیقی نے ہو بہو مرزا غالب کے قوافی اور تعداد اشعار کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ ردیف قافیہ کے علاوہ ان زمینوں میں نعت کاری کا آزاد استعمال کیا ہے۔

۳۔ بہ حیثیت مجموعی ان نعتوں کی پیشکش بھی مرزا غالب کے کسی مستند نسخے کے مطابق نہیں آزادانہ ہے ــــ اس نشاندہی کی ضرورت اس اس لئے محسوس ہوئی کہ ’بطرز غالب‘ بعض لکھنے والوں نے ایسی کوشش بھی کی ہے مثلاً مرزا غالب کی صد سالہ تقریبات (۱۹۶۹) کے دنوں میں سلیمان اویسی سیمابی نے ’شان غزل‘ (مطبوعہ ۱۹۷۹ء) کے نام سے مرزا غالب کے دیوان پر دیوان اس انداز میں مرتب کیا کہ کتاب کے دائیں طرف اپنی غزل شائع کی یہ دیوان (علمی بک ڈپو لاہور) نے شائع کیا اس کا دیباچہ پروفیسر وقار عظیم نے لکھا ــــ ’مغلوب مدحت‘ میں طاہر صدیقی کی نعتوں کے ساتھ مرزا غالب

کے غزلیں نہیں نہ ہی غالب کے قوافی اور تعداد اشعار کا التزام ہے طاہر صدیقی نے ہر نعت کے آغاز میں زیرِ تخلیق نعت کے عروضی ارکان، بحر کا نام، اور مرزا غالب کی متعلقہ غزل کا مصرع اولیٰ درج کیا ہے یوں غزل کی نشاندہی کے ساتھ اس غزل کے عروضی نظام کا حوالہ بھی دے دیا ہے بطرز غالب، نعتیہ کتابوں میں عروض کا حوالہ ایک مفید طلب اضافہ ہے۔

مرزا غالب کی زمینوں میں طاہر صدیقی کی کوششِ نعت گوئی ____ ایک لائقِ تحسین کوشش ہے (اس فقرے سے اس کوشش کے حاصل کا تذکرہ ہو تو میں اور طاہر دونو ناقدین نعت کی رائے زنی سے مامون ومحفوظ رہیں گے غالب جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا ہے

؎ نوع انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا
ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا

ان کی تخلیقی سفر کے تجربات کی فنّی بازآفرینی کے ہر حاصل کو ایک کوشش ہی کہا جا سکتا ہے شعر کی زمینیں اُن کے خارجی پہلوؤں یا اسلوب کے ظاہری قرینوں کی درجہ نما ہوتی ہیں فکر، افکار، محسوسات، مشاہدات، جذبات اور ان سے متعلق سبھی روّیے (جن میں محبت، ایثار، شیفتگی، وارفتگی وغیرہ) کہنے والے کے اپنے ہوتے ہیں لیکن جب وہ ان کے اظہار کے لئے کسی زمین شعر کا انتخاب کرتا ہے تو وہ شعوری طور پر خود کو اس زمین کے ردیف وقوافی کا پابند کر لیتا ہے اب اس کے افکار کا ریلا انہی حدود میں بہنے کا پابند ہوتا ہے بحر میں ردیف وقوافی کا نظام جہاں شاعر کی رہنمائی کرتا ہے وہاں اسے اپنی حدود میں جکڑ بھی لیتا ہے یہاں غالب کے نقش پا پر قدم رکھ کر سفر کرنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے چلنے کا عمل کیسا بھی ہو، عاجزانہ یا بانکپن کے ساتھ، مگر شعر کی زمین (یعنی بحر ردیف اور قوافی) سے شاعر باہر نہیں جا سکتا اسے ان نشانات پا پر چلنا ہوتا ہے جو آپ نے خود قبولا

ہے لہٰذا اپنے آپ کو غالب کے ہم قدم رکھنے کے لئے مسلسل باخبر رہنا پڑتا ہے ____ مرزا غالب کا ایک معروف شعر ہے

؎ ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

اس شعر کی سب سے بڑی حیرت اس کی معنویت میں ہے کہ جب تک دونوں قدم نظر نہ آئیں اور ان کے درمیانی فاصلے کا تعین نہ ہو۔ دیکھنے والے کو اندازہ نہیں ہوسکتا کہ جس پیکر کا یہ نقشِ پا ہے وہ پیکر کیا ہوگا؟ کیسا ہوگا؟ ایک نقشِ پا سے اس پیکر کی چال، رفتار اور اس کے امکانی قد و قامت کا اندازہ نہیں لگ سکتا ہے۔

مرزا غالب کی غزلوں کے تضمین نگاروں میں طاہر صدیقی ایک اضافہ ہیں انہوں نے غالب کو جو خراج عقیدت نعت کی صورت میں پیش کیا اس کی تین صورتیں ’مغلوب مدحت‘ میں ظاہر ہوئیں

پہلی یہ کہ انہوں نے غالب کی ایسی زمینیں جو غالب کے معاصرین کے ہاں اور کچھ ان سے پہلے بھی ہماری غزل کی روائت میں عام تھیں ان میں نعتیہ شعر لکھے دوسرے وہ زمینیں جو غیر مردّف ہیں وہ غالب سے خاص نہیں اس کا استعمال غالب سے پہلے اور بعد میں بھی ہُوا اور ہو رہا ہے اور تیسرے وہ زمینیں جو مرزا غالب کے نام سے مخصوص ہوگئی ہیں اور جن میں مرزا غالب نے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا یہ زمینیں مرزا غالب کی خداداد تخلیقی صلاحتوں کا نتیجہ ہیں اور طبع زاد ہیں ممکن ہے بہت زیادہ تحقیق سے ان زمینوں میں سے ایک دو کسی پرانے شاعر کے ہاں بھی دستیاب ہوجائیں مگر ان کی شہرت مرزا غالب ہی کے کلام اور نام سے ہوئی۔

طاہر صدیقی نے ان تینوں طرح کی زمینوں میں شاعری کی ____ پہلی اور دوسری طرز کی

زمینوں میں انہیں زیادہ آسانی محسوس ہوئی اور انہوں نے نسبتاً زیادہ تعداد میں اشعار کہے۔ ان زمینوں میں طاہر صدیقی کا فکری بہاؤ زیادہ ہے

طاہر صدیقی نے بعض غزلوں میں رجوعی انداز نعت کو بھی اپنایا ہے غزل کی روایت میں تازہ کاری کی مثال ہے جس میں مصرع ثانی کا اعادہ ہوتا رہتا ہے اس میں صرف قافیہ بدلا جاتا ہے طاہر نے بعض ایسی غزلوں پر 'رجوعی نعت' لکھ کر اس کی نشاندہی بھی کی ہے۔

بعض نعتوں کو اس نے غالب کی زمینوں میں تضمین کے طور پر لکھا ہے ایسی نعتوں میں درج ذیل چند نعتیں یہ ہیں۔ ان میں مصرع بہ مصرع غالب کے کلام سے اپنے نعتیہ تاثرات کو آمیز کہا گیا ہے:

؎ پھر ہَوا وقت کے ہو بال کشا موجِ شراب
؎ آمد خط سے ہُوا ہے سرد جو بازارِ دوست
؎ نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
؎ بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر درو دیوار

جیسے کہ میں نے آغاز مضمون میں عرض کیا تھا کہ غالب کی شعری زمین میں لکھے ہوئے کلام کے مطالعہ میں غالب کے شعر کا خیال آنا اور ذہن میں لاشعوری طور پر تقابل کی فضا کا پیدا ہونا لازمی امر ہے تاہم اگر آپ مقدور بھر اس تقابل سے ہٹ کر مغلوب مدحت کا مطالعہ کریں تو آپ کو نعت کے کئی ایسے خوبصورت شعر ملیں گے جن میں شاعر کی نعت سے وابستگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شیفتگی و فریفتگی، اصحاب رسولؐ، اہل بیت اور دوسرے مناسبات سیرت و نعت کے مؤثر نمونے ملیں گے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے:

نقشِ نعلین نبیؐ دل کی زمیں پر ہے سجا
یوں ہوا میرے مقدّر میں چراغاں ہونا

رویا تھا بے محابا مواجہ کے سامنے
اُن آنسوؤں نے دھوئے مرے بے شمار داغ

بالیقیں حُب نبیؐ ہو گی ہماری دستگیر
زندگی کا جس گھڑی توڑیں گے زنداں خانہ ہم

ہر نام میں ہے آپؐ کے انوار کا ظہور
میں مجتبےٰ کہوں انہیں یا مصطفےٰؐ کہوں

روضے پہ آنحضورؐ کے کرتے ہی عرض کس طرح
جب مری آنکھ رو پڑی، دل نے مجھے کہا کہ یوں

مقدور ہو گر سب پہ بچھا دوں میں یہ آنکھیں
جاتی ہیں مدینے کو جہاں بھر سے جو راہیں

تعجب کیا اگر طیبہ بہاروں کا رہے مسکن
جہاں ہو گنبدِ خضریٰ وہاں فصلِ خزاں کیوں ہو

ازل سے تا ابد سرکارؐ ہی کا حکم جاری ہے
رسالت آپؐ کو بخشی ہے رب نے ہر زمانے کی

طاہر صدیقی کی نعت گوئی کا ایک نمایاں وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عقیدت کے ساتھ آپ کے اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کا تذکار ہے انہوں نے حضور کے اوصاف و کردار اور سیرت کے ساتھ اپنی نعت گوئی میں ان کا ذکر بھی محبت و احترام سے کیا ہے اور ان کی زندگی کے اہم واقعات کی نشاندہی کے ساتھ ان کی مدح اور ان سے عقیدت کے پہلو نکالے ہیں 'برزمینِ غالب' مغلوب مدحت کے نعتیہ کلام میں بیسوؤں ایسے اشعار مل جاتے ہیں جو ان کی عقیدت نگاری (Devotional Poetry) کے مظہر ہیں درج ذیل نمونے دیکھئے:

آخری حج کے جو موقعہ پہ کہا آقاؐ نے
میرا قرآن ہے اور آلِ عبا میرے خدا

کیا کہہ دیا ہے زینبِ کبریٰؓ نے شام میں
حیراں ہیں لوگ جرأتِ گفتار دیکھ کر

اک سمت کربلا میں ہے سبطِ نبیؐ کا خون
شہرِ نبیؐ ہے خون سے لبریز یک طرف

سرکارؐ! آلِ پاک ہے محسود و بے نوا
صبرِ حسینؓ و دشمن خوں ریز یک طرف

بعض نعتوں میں صحابہ کرام سے محبت کے اشعار اس انداز، اہتمام، تسلسل اور سلیقے سے آئے ہیں کہ طاہر کی نعت میں منقبت صحابہ و اہل بیت کے موضوع پر ایک جداگانہ مضمون تیار ہو سکتا

ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

لمحہ لمحہ جو رہا سیّدِ ابرارؐ کے پاس
بخت تھا جانیے کیا غار کے اُس یارؓ کے پاس

دوری تھی سرورِ دو عالم سے نہ منظور انہیں
قبرِ فاروقؓ بنی تربتِ سرکارؐ کے پاس

سیّدِ حضرتِ عثمانؓ کا مدفن ہے بقیع
نور خود آ کے ملا خلد کے انوار کے پاس

موت بھی اس لیے آسان ہوئی ہے مجھ کو
میری مشکل کا ہے حل حیدرِ کرارؓ کے پاس

طاہر صدیقی کی نعت کا ایک وصف سادگی و سلاست سے عبارت ہے خصوصاً مرزا غالب کی مختصر زمینوں میں طاہر نے جو نعتیں کہیں ہیں وہ کیف آور تلازمے اور مؤثر سادگی لئے ہوئے ہیں یہاں زور سخن کی بجائے محبت آمیز سادگی اور تاثیر نمایاں ہے جو قاری کو متاثر کرتی ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے:

اصلِ نورِ حضورؐ کو دیکھیں
چشمِ انساں کی یہ مجال کہاں؟

حبِّ احمدؐ ہے نشانی میری
یہ نشانی بہت پرانی میری

ایک چھوٹا سا گھر ہو طیبہ میں
ایسا دن ہو خدا کرے کوئی

آدمی کیا ہے جب تلک انؐ کے
دل میں تہذیب در نہیں آتی

نقشِ پائے مصطفٰے ہو سامنے
خاکِ طیبہ پر وہ سجدہ چاہیے

’مغلوب مدحت‘ کے بعض مطلعے ایسے ہیں جو اپنے فنّی محاسن سے قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں ان میں شاعرانہ خصائص کے ساتھ مہارتِ فن اور تاثیر کے عناصر نمایاں ہیں۔

نبیؐ کی نعت کا حق ہو ادا کیا؟
خدا جیسی کرے کوئی ثنا کیا؟

ہمارے نبیؐ کی نبوّت سلامت
ابد تک ہے انؐ کی رسالت سلامت

نبیؐ کے نور کا احساس ہُوا ہے میرے مسکن پر
نہیں پڑتی اندھیروں کی نظر اب میرے آنگن پر

آپ کے چشمِ عنایت کی نظر ہونے تک
وقت لگتا نہیں اشکوں کو گہرے ہونے تک

یوں مدحِ شہِ دیںؐ کا نیا ڈھنگ نکالوں
میں خونِ جگر دے کے جدا رنگ نکالوں

منزلیں سب آپؐ کی رحمت سے آساں ہوگئیں
ساری نا فرمانیاں جب تابع فرماں ہوگئیں

ہے جلوہ نما خلدِ تمنا مرے آگے
رہتا ہے تصوّر میں مدینہ مرے آگے

یہ اسمِ نبیؐ جس کی بھی گفتار میں آوے
ہرگز نہ کبھی زیست کے آزار میں آوے

ان مطلعوں میں غالب کے فکروفن کے اتباع کی شعوری کوشش نمایاں ہے طاہر نے ان مطلعوں میں اچھے شعر نکالے ہیں ایسی زمینوں میں اچھے مطلعوں کا حصول خوش قسمتی کی علامت ہے اور اس منزل سے غالب کا اتباع کرنے والے بہت کم لوگ کامیابی سے نکلتے ہیں طاہر نے شعری زمینوں کے آہنگ اور قوافی وردیف کی مناسبت سے کچھ نعتوں میں مطلع نویسی کا یہ مرحلہ بڑی خوبصورتی سے طے کیا ہے۔

’مغلوب مدحت‘ ظاہر کی ایک اور نمایاں طرز تضمین نگاری اور گرہ آمیزی ہے انہوں نے مرزا غالب کے بعض مصرعوں کو اپنی نعتوں میں اس انداز میں استعمال کیا ہے کہ ان شعروں کی حیثیت گرہ آمیزی کی ہوگئی ہے یعنی ایک مصرع مرزا غالب کا ہے اور دوسرا مصرع طاہر کا ہے عام طور پر ایسا ایک دو شعروں میں ہوتا ہے۔ مگر طاہر نے اس میں ایک تسلسل روا رکھا ہے۔

ہمارے مرحوم دوست سلیم بیتاب کی غالب کی غزل کے معروف مصرع ؎ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو____ پر ایک بین الکلیاتی مشاعرہ بحدود (۱۹۶۰__۱۹۶۱) کے لئے اس مصرع پر گرہ لگا کے شعر یوں مکمل کیا تھا

؎ طرح غالب یہ شعر کہہ تو دیئے
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

طاہر صدیقی نے غالب کے کئی غزلوں کے مصرعوں پر مسلسل گرہیں لگائی ہیں مثلاً درج ذیل غزلیں دیکھئے:

؎ پھر ہوا وقت کے ہو بال کشا موج شراب
؎ آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست

؎ نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
؎ بلا سے ہیں جو یہ پیش نظر درو دیوار

ان غزلوں میں سے ایک غزل کے مصرعوں پر نعتیہ مصرعے آمیز کرنے کا ایک نمونہ دیکھئے

؎ ہیں شہر طیبہ کے پیش نظر در و دیوار
’’نگاہ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار‘‘

مرزا غالب کی اس غزل کے مصرع ہائے ثانی پر گرہ لگاتے ہوئے طاہر صدیقی نے ان میں نعت کی فضا پیدا کی ہے۔۔ پوری غزل یا غزل کے اکثر شعروں پر تسلسل کے ساتھ نعتیہ مضامین و محسوسات کی آمیزش کی اختراعی کوشش طاہر صدیقی کی انفرادیت ہے جو مرزا غالب کی غزلوں میں نعت کے امکانات کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔

بہ حیثیتِ مجموعی ’مغلوبِ مدحت‘ پروفیسر محمد طاہر صدیقی کے نعتیہ اثاثے میں ایک خوبصورت کوشش ہے یہ کوشش طاہر صدیقی کی نعت نگاری میں ایک اہم پڑاؤ ہے جو اپنے نفسیاتی تناظرات میں ان کے شوق نعت کا مظہر بھی ہے اور اپنی ذات کی تنگنا سے نکل کر باہر کی وسیع و عریض تخلیقی دنیا کی طرف جھانکنے کا عمل بھی____ جس میں شاعر اپنے مطالعات و مشاہدات کی دنیا سے باہر آ کے اپنے معاصر یا ماقبل کے شاعروں کے ساتھ ہمسفری کا ارادہ کرتا ہے اپنے آپ کو ایک انبوہ اور ہجوم میں لا کر اپنی صلاحیتوں کو آزمائش و مقابلہ کے مراحل سے گزارتا ہے۔ بقول کسے ”شاعروں کو کبھی کبھار دوسرے شاعروں کے مطالعہ، ترجمہ، تضمین و تشریح کے لئے بھی وقت نکالنا چاہیئے اپنے آپ کو دوسرے قلم کاروں کے تخلیقی ماحول میں لے جا کر اپنی صلاحیتوں کا امتحان بھی کرنا چاہیئے اس طرح ان کے فن میں صلاحیت، نکھار اور نیا پن پیدا ہوتا ہے“۔

طاہر صدیقی کے اپنے پختہ نعتیہ پس منظر کے ساتھ پیروی غالب میں اہتمام سے قدم اٹھایا ہے۔ یہ ایک اہم کوشش ہے آپ کوشش کے طور پر اس نعتیہ مجموعہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں محبت و جاں سپاری کے کئی عمدہ مرقعے ملیں گے اور اگر آپ مرزا غالب کو ذہن میں رکھ کر مغلوبِ مدحت کو پڑھیں گے تو آپ تقابل کے دھندلکے میں الجھے رہیں گے۔

طاہر صدیقی کی یہ کتاب ان کے نعتیہ سفر کی اگلی منزلوں کی طرف گامزن ہونے کی نشاندہی کرتی ہے معمول کی نعت نگاری کے ساتھ نعتیہ قصیدہ نگاری، تضمین نگاری، گرہ آمیزی، اکابرین کی غزل پر نعت لکھنے کی یہ کوشش ایک مبارک کوشش ہے ’برطرحِ غالب‘ نعت نگاری کی یہ کوشش فی نفسہٖ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو ایک بڑے امتحان کے لئے تیار کرنے اور اپنے شعری جوہر کو

ایک عظیم آزمائش سے گزارنے کے مصداق ہے یہ ایک کٹھن مرحلہ ہے جس کی طرف گامزن ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

بقول غالب

؎ انہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

مَیں اپنے تاثرات اس رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

حُبّ دار، ولا نفس، محبت خصلت
خوش طبع، فراخ دل، عقیدت طینت
اب کے لایا ہے بر طرح غالب
طاہر صدّیقی ’مغلوب مدحت‘

❖……❖……❖……❖

موجِ کرم: شمائلہ صدف عزیزی

موجِ کرم شمائلہ صدف عزیزی کا پہلا مجموعہ نعت ہے گزشتہ تین چار عشروں میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق اور فروغ و اشاعت میں نعت نگار حضرات کے ساتھ نعت نگار شاعرات نے بھی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے خوشی اس بات کی ہے کہ یہ کارکردگی سرسری اور رسمی نہیں شعری اور تخلیقی نوعیت کی ہے اُردو ادب کے معاصر نعتیہ منظر نامے میں جن خواتین نے جذبِ وانہماک کے ساتھ نعت گوئی کو اپنا شعار بنایا ہے اس میں شمائلہ نسبتاً نو وارد ہیں مگر ’موجِ کرم‘ کا مجموعہ ان کے روشن امکان کا مظہر ہے۔

ہر صنفِ سخن کے لوازمات میں فکر اور فن کو اہمیت حاصل ہے یعنی کہنے کو بہت کچھ ہو، مضامین و موضوعات میں نادرہ کاری ہو نیز کہنے کے انداز میں مہارت اور پختگی ہو۔ ہماری ساری شاعری کا سفر اور شاعری کی پرواز کا دارمدار انہی بال و پر سے ہوتا ہے۔ مگر نعت کی صنف کے لئے ایک تیسرا لازمہ بھی ہے اور وہ ہے اس صنف سے دلی وابستگی کا بخشا ہوا انہماک، توجہ، اخلاص، وابستگی، لگن، محویت جسے آپ Dedication کہہ سکتے ہیں یہ صنف اوپری اور سرسری لب و لہجہ، اور ظاہری دکھاوے کی وابستگی کو قبول ہی نہیں کرتی یہ لازمہ رسالت مآبؐ کی ذاتِ والا تبار سے گہری وابستگی اور سچّے جذباتی تعلق اور اطاعت نژاد حُب سے پیدا ہوتا ہے خالی فکر کی نادرہ کاری اور فن کی مہارت نعت میں وہ تاثیر پیدا نہیں کرتی جو آپؐ کی حب عطا کرتی ہے اس کی وجہ وہ ادب و احترام ہے جو اس صنف کے راہروں کو حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی بخشتی ہے۔

مقام اطمینان ہے کہ شمائلہ کی نعت نگاری کی اساس میں یہ تینوں لازمے جاگزیں ہیں اس کی نعت جن بنیادوں پر استوار ہے اس میں نادرہ کاری کی کوشش، فنی مہارت کی طرف پیش

قدمی کے ساتھ نعت کی صنف اور سرکار والا تبارؐ سے محبت کے سچّے جذبے کی لوَیں روشن ہیں۔ میں نے ’کوشش‘ اور ’پیش قدمی‘ کے لفظ روا روی میں نہیں سوچ سمجھ کے استعمال کئے ہیں اردو نعت کے سفر پر میری طالب علمانہ نظر ہے اس میں نسائی آوازوں اور خواتین کی نعت گوئی پر غوث میاں کی معروف کتاب ’خواتین کی نعتیہ شاعری‘ (مطبوعہ 2002ء کراچی) کے مطالعے کے علاوہ مجھے بہت سی شاعرات کے مجموعوں (مثلاً زبیدہ حیٰ، فوزیہ انجم، فوزیہ سحر ملک، طلعت عروبہ، بشریٰ فرخ اور شاہدہ لطیف) پر دیباچہ لکھنے کا بھی موقع ملا۔ سب نے اپنے اپنے طور پر اپنی نعتوں میں حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور اپنی سعیٔ جمیلہ سے خواتین کی نعت نگاری کی روائت کو آگے بڑھایا ہے شمائلہ کا مجموعہ اس فرخندہ بخت شاعرات کی صفّ میں ایک اور منفرد شاعرہ کا اضافہ ہے۔

شمائلہ کی انفرادیت کا ذکر ہم ان کی نعتیہ زمینوں سے کرتے ہیں کسی شاعری کی صلاحیتوں اور اُس کی جدّت فکر کا اندازہ اس کی شعری زمینوں سے ہوتا ہے جیسا کہ اہلِ نظر جانتے ہیں نئی زمینیں اپنے ساتھ تازہ افکار و خیالات لے کر آتی ہیں پرانی زمینیں جتنی جدید بھی ہوں کثرت استعمال سے اپنے قوافی کے امکانات کو محدود کرتی چلی جاتی ہیں بعض زمینیں جو سینکڑوں سالوں سے بیسوؤں شاعروں نے استعمال کی ہوں ان میں نئے نئے مضامین کے پیدا ہونے کی گنجائش کم سے کم ہوتی جاتی ہے بلکہ اکثر نئے شاعروں کے لئے بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور وہ پرانے خیالات کی تکرار کرتے چلے جاتے ہیں الا ماشاء اللہ کوئی بڑا مخترع نعت نگار شاعر ان مستعمل زمینوں میں سے ایک دو شعر ایسے نکال لے جو تازہ کاری کے حامل ہوں بقول علامہ اقبال

؎ جس روز دل کی رمز مغّنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

شاعر اگر اس امر سے واقف ہو جائے کہ اسے نئی زمینیں تخلیق کر کے تازہ اسلوب میں شاعری کرنی چاہئیے تو از خود اس کے فکر و فنّی کا رخ جدت اور نادر کاری کی طرف ہو جاتا ہے۔

شمائلہ نے ’ابرِ کرم‘ میں کثرت سے نئی شعری زمینیں پیدا کی ہیں اس کی زیر نظر مطلعوں کی حامل حمد ادیہ نعتیں دیکھئے۔

ثنا ہے آبِ رواں کے لب پر
ہے پتہ پتہ حمود تیرا
ہے محوِ تقدیس ہر تنفس
دل و نظر میں ورود تیرا

کب فقط دل کا آئینہ نکھرے
نعت سے عالم وفا نکھرے

شاہکارِ دستِ قدرت لاجواب
شکل ہے بے مثل سیرت لاجواب

جب سے میں ان کی ثناگر ہو گئی
وادئ جاں نور پیکر ہو گئی

وہ چند ہو گئی ہے مری وسعتِ نظر
دیکھا ہے جب سے کوئے ضیابار آپ ﷺ کا

بے طلب مل گئے برگ و بارِ عطا
مصطفیٰ آپ کا یہ شعارِ عطا

ہو تصور میں شہا روضہ ترا آٹھوں پہر
دل کو مہکاتا رہے عطرِ ثنا آٹھوں پہر

اے حبیبِ خدا خاتم المرسلیں
ہے ترا مرتبہ خاتم المرسلیں

جو تری چشمِ التفات میں ہے
وہ حصارِ نوازشات میں ہے

ہر متبع کے واسطے ہے بالیقیں نجات
راضی نہ ہوں حضور تو ممکن نہیں نجات

جتنے لفظوں کے قافلے اترے
مدحِ سرکار کے لیے اترے

کردوں میں جبیں پیش، نظر پیش، جگر پیش
طیبہ کا سفر کاش کہ اس بار ہو دَر پیش

گنبد خضرا جو دیکھا تو کہا دل نے صدف
ایسے منظر پر فدا کون و مکاں کی روشنی

حب احمد سے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہیں
آب رحمت کے اثر سے کشتِ جاں سرسبز ہیں

ہوئی یک لخت طوفانوں کے دھاروں سے بچت میری
کرائی میرے آقا نے خساروں سے بچت میری

خانۂ دل کو طاقچہ کیجے
عشق سرکار کو دیا کیجے

جس وقت کہ آجائے مری جان لبوں پر
اسمِ شہہ بطحا کی ہو گردان لبوں پر

ہے راحتِ جاں فرحِ جگر گنبدِ خضریٰ
ہر وقت رہے پیشِ نظر گنبدِ خضریٰ

نوازشاتِ شہہ انبیاء کے طالب ہیں
سبھی سفینے اسی ناخدا کے طالب ہیں

شاخِ نخلِ یقیں درود شریف
جانِ گلزارِ دیں درود شریف

اے امینِ لطفِ رحماں الصلوۃ والسلام
اے قسیمِ فضلِ یزداں الصلوۃ والسلام

شعری زمینوں کی وجہ سے ان نعتوں میں جن افکار کا اظہار ہوا ہے وہ بھی نئے ہیں شمائلہ کے مجموعے کو بڑھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی تخلیقی کارکردگی کا زیادہ تر اظہار نئی زمینوں میں ہُوا (شاعری میں زمین کا لفظ قافیہ، ردیف اور بحر یا وزن کی ہم آہنگی ہے مگر 'ابرِ کرم' کے حوالے سے بات کرتے ہوئے میرا مطلب زیادہ تر مستعمل اوزان یا بحور میں شمائلی کے قوافی اور ردائف کے حوالے سے ہے نئے اور نسبتاً کم استعمال ہونے والے شعری آہنگ میں نعت لکھنا ایک اضافی خوبی

ہے لیکن بقول غالب

ے انہی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

خواتین نعت نگاروں میں شمائلہ کا ایک تخصص نعت کی نئی زمینوں کی طرف اُن کا مظہری رجحان ہے ان کے درج زیل اشعار انہی زمینوں کی عطا ہیں۔

قسمت کی جو شال ہے میرے کاندھے پر
تیری مرضی اُس کا تانا بانا ہے

مصطفیٰ کی مہربانی کے طفیل
آرزو میری قد آور ہو گئی

آپ کی مدح شہا ! جانِ سخن
شانِ اوزان و بحور آپؐ سے ہے

گمرہی اُس کا مقدّر ٹھہری
میرے سرکار! جو دُور آپؐ سے ہے

پوچھنے والے نے پوچھا، کب کروں وردِ درود؟
مسکرا کر میرے آقا نے کہا، آٹھوں پہر

اور کچھ سوجھتا نہیں مجھ کو
نعت ہی نعت کائنات میں ہے

نظارہ یہ قرآن کے اوراق میں دیکھو
ہیں نعت میں مصروف سبھی زیر، زبر ، پیش

حضرتِ حسّان کے عشق شہہ دیں کے طفیل
شہر مدحت کی فضائیں جاوداں سرسبز ہیں

راستہ منزلوں میں بدلے گا
ان کی سیرت کو رہنما کیجے

آ جائے صدف کو ہنر نعت نگاری
اللہ! دعا ہے یہی ہر آن لبوں پر

شمائلہ ایم فل اردو کی سکالر ہیں ان کے مقالے کا موضوع .... ہے اس سبب انہیں عربی نعت خصوصاً صحابہ کرام کی نعت گوئی کے مطالعے کی سعادت بھی نصیب ہوئی ان کی نعتوں میں قرآنی حوالے اسی مطالعہ کا نتیجہ ہیں یہ شعر دیکھئے۔

شہرِ محبوب میں اڑان بھرے
فکر کو شہپرِ رسائی دے

عِرفِ نَفَسہٗ کا فیض ملے
مجھ کو مولا خود آشنائی دے

ہو صدف کا شعار مدحِ رسول
شوق دے اور انتہائی دے

سیّد والا ! رسولِ مہرباں !
کیجئے واَ بابِ لطفِ جاوداں

دیجیے پھر حکم ابرِ لطف کو
خشک ہیں آقا دلوں کی کھیتیاں

جبینِ سخن! خوش مقدر ہے تو
ترا تاج نعتِ نبی ہو گئی

جیسی تڑپ ہو ویسی ہوتی ہے مہربانی
آ جائے گا، بلاوا گر قلب ہے تپیدہ

ایمان کی امانتِ عظمیٰ ہے اُن کے پاس
میرے رسول پاک سا کوئی امیں نہیں

ملی ہے جو ہمیں اللہ سے آقا کے صدقے میں
صدف وہ سورۂ رحمٰن کتنی کیف آور ہے

نعت کی صنف سے وابستگی، اس صنف سے محبت اور اس کے فیضان کا تذکرہ شمائلہ کی نعتوں میں کئی جگہوں پر آیا ہے جن سے ان کی افکار نعت سے دلچسپی اور اخلاص کا انداز ہوتا ہے شہر مدینہ اور اس کے متناسبات سے محبت پر نعت نگار کا شعری عقیدہ ہے۔ شمائلہ کے ہاں یہ جذبات و محسوسات کچھ باطنی کیفیات کے آئینہ دار بھی ہیں صوفیانہ خیالات اور ایک صوفیانہ سلسلے سے انسلاک نے ان کے افکار کو جذب اور جلا بخشی ہے ان کی نسبت جس روحانی سلسلے سے ہے وہ کبھی کبھی اس سلسلے سے وابستگی اور اس کے فیضان کو بھی نعت کا حصہ بناتی ہیں۔

نئے اردو نعت نگاروں میں مشاہداتی رنگ کی وہ شدّت نہیں جو بعض پرانے شاعروں کی نعتوں میں ملتی ہے آج کل صوفیہ کے سلاسل سے منسلک افراد، سجادہ نشنیوں اور درگاہوں میں جیسے جیسے دنیا داری شامل ہوگئی ہے اس کی شکائت سچے صاحبانِ سلاسل کو بھی ہے ورنہ نعت میں مشاہداتی رنگ کی آمیزش سے ایک تازہ جہان ومعنی کی تخلیق کی ہر نعت نگار کے پاس گنجائش موجود ہے یہ دیباچہ اس باب میں تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا ورنہ نعت میں مشاہداتی رنگ، ضرورت اور امکان ایک طویل مقالے کا موضوع ہے۔

شمائلہ نے اپنی نعت گوئی کے حوالے سے اپنے اکابرین سلسلہ سے جو فیض اٹھایا ہے اس پر کھل کر اظہار اپنی منقبت نگاری میں کیا ہے ہر سالک کی طرح اس کے تخلیقی تجربوں میں سلسلے کی ضو جس طرح عکس ریز ہوتی ہے شمائلہ نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ صوفیانہ سلاسل سے وابستہ افراد بخوبی جانتے ہیں کہ یہ سارا معاملہ کسبِ فیض کا ہے ’موجِ کرم‘ کی شاعرہ نے اپنے سلسلے اور صاحب سلسلہ کے حوالے سے جس فیضان کا ذکر کیا ہے اس کی کچھ جھلکیاں دیکھئے۔

اے صدف یہ التفاتِ نور ہے
شاعری تیری جو بہتر ہو گئی

اوڑھ لو خاکِ کوچۂ نواب
کہ فنا فی الرسول ہو جاؤ

کنت کنزاً مخفیاً کے پردے سے
تیرا جلوہ خوب چمکتا رہتا ہے

مطلعِ صبحِ شعور آپؐ سے ہے
بزمِ جاں بقعۂ نور آپؐ سے ہے

بس میری نگاہوں میں ترا عکس حسیں ہو
اس درجہ مرے دل میں اتر گنبدِ خضریٰ

شمائلہ کی نعت کے بڑے روشن امکانات ہے امید ہے کہ اُن کے آنے والے مجموعے ان کے نعتیہ تجربات کی پُر کیف اور دلآویز اسلوب میں ترجمانی کریں۔ اللہ اُن کی یہ دعا پوری کرے۔

آ جائے صدف کو ہنرِ نعت نگاری
اللہ! دعا ہے یہی ہر آن لبّوں پر

مَیں اپنے تاثرات کو ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔

ہے اذن الٰہ سے _ بہ الطافِ حضورؐ
ہے مہرِ سلسلہ یہ فیضانِ نُور
یہ موجِ کرم کتابِ نعت _ اے آقا!
ہو سعی، شمائلہ صدف کی مشکور

❖......❖......❖......❖

ہالۂ رحمت: شاہد کوثری

شاہد کوثری کامیاب غزل گوئی کے بعد ادبی دنیا میں لوٹے ہیں تو ایک خوبصورت نعتیہ مجموعے کے ساتھ ــــــ ان کا پہلا شعری مجموعہ ’’تشکیل‘‘ کے نام سے کئی عشرے پہلے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا تھا۔ کہتے ہیں جب غزل باوضو ہو تو نعت بن جاتی ہے۔ زبان و بیان کے اسالیب اور غزل کے رموز سے ان کی واقفیت، مطالعے کا ذوق، درس و تدریس سے وابستگی نے ان کی نعت کے مؤثر معاونت کی ہے۔ وہ فوج میں ایجوکیشن کور سے لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے سے سبکدوش ہوئے، دورانِ ملازمت عسکری تعلیمی درسگاہوں، مختلف میشنوں نیز افواجِ پاکستان کے شعبۂ تعلقات عامہ (ISPR) سے ان کی وابستگی نے بھی انہیں تجربے اور مشاہدے کے ہتھیاروں سے لیس کیا۔

حضور اکرمؐ کی ذاتِ والا تبار سے محبت و عقیدت نے زیرِنظر نعتیہ مجموعے ہالۂ رحمت میں اپنے جوہر کا ظہور کیا۔ آج کی نعت کے مرکزی فکری دھارے میں نعت کے وہی موضوعات و مضامین اپنے معاصر اسلوبیاتی میلانات کے ساتھ اظہار پذیر ہو رہے ہیں جو کم و بیش اس صنف کے آغاز ہی سے اس کی جداگانہ شناخت کا ذریعہ رہے ہیں۔ یعنی حضور اکرمؐ کے ذاتِ گرامی سے محبت، آپؐ کے معجزات، غزوات، آپؐ کے پیغام اور فیضان کے اظہار، ذاتِ رسالت مآبؐ سے تعلق رکھنے والی ماحولیاتی فضا و اشیائے مبارکہ سے محبت کا اظہار جس کی نہ ختم ہونے والی تلازماتی وسعتوں اور ان کا علامتی بہاؤ، آپؐ کے شہر مبارک مدینہ منورہ، وہاں کی

گلیاں، راستے، خاکِ محترم سے لے کر آپؐ کی مسجد، لباس، چہرۂ مبارک، آپؐ کی گفتگو، آپؐ کی احادیثِ مبارکہ اور آپؐ کی سیرت و کردار سے تعلق رکھنے والی ہزاروں اشیاء و متناسبات کا تذکار شامل ہے۔

اسی طرح آپؐ کی ذاتِ گرامی قدر سے نعت گو کی عقیدت، محویت و فدویت، جاں سپاری کا جذبہ، آپؐ کو خواب میں دیکھنے کی خواہش سے قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت طلبی تک کے مضامین شامل ہیں اور صنفِ نعت کا حصہ ہیں۔ جذبات کی صداقت اور اظہار کے لیے پاکیزہ الفاظ اور مؤثر آہنگ کی تلاش اور آمیزش نے ان مضامین و موضوعات کے بیان میں تاثیر کے جوہر بھر دیے ہیں۔

عربی، فارسی اور اردو کی قدیم نعت گوئی ان مضامین و موضوعات کے نمونوں سے پُر ہے۔

نعت کے معاصر منظرنامے میں جدید شاعروں نے اپنی نئی حسیاتی آمیزش اور فنّی مہارت سے جس تخلیقی کارکردگی کا اظہار کیا ہے اس نے نعت کو ''موضوعِ محض'' سے ''معجزۂ فن'' تک پہنچا دیا ہے۔

اس کے باکمال نمونے محسن کاکوری ہی کے کلام سے ملنا شروع ہو گئے تھے جنہوں نے نعت کو اعلیٰ شعری محاسن سے آمیز کیا اور اُردو شاعری کی اس جداگانہ صنف کے خدوخال واضح کیے۔ امیر مینائی، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بعد علامہ اقبال نے اگرچہ نعت تعداد میں کم کہی مگر معیار کے اعتبار سے ان کے نعتیہ اشعار اردو شاعری کی اس صنف کو جس تہذیبی، تمدنی، تاریخی اور جذباتی رفعتوں پر لے گئے وہ انہی کا حصہ ہے۔

شاہد کوثریؔ کی نعتیہ شاعری معاصر اُردو نعت کی ان کوششوں میں ایک مبارک اضافہ ہے جو اس صنف میں علمی وقار اور نادرہ کاری کی منزلوں کی طرف جاتی ہے۔ شاہد کوثریؔ کی کئی نعتیہ زمینوں خصوصاً ردیفوں میں جس وفور کا اظہار ملتا ہے وہ نہ صرف ان کی ذات کی حضور اکرمؐ سے عقیدت و محبت کی مظہر ہیں بلکہ ان کا رخ نئی نعت کے اس میلان کے طرف ہے جو علمی انداز سے

تعلق رکھتی ہے۔

انہوں نے انہی نعتوں میں کہیں کہیں قرآنی آیات اور احادیث رسول اکرمؐ کے لفظی اور معنوی حوالوں سے جہاں اپنی نعت کو شرف عطا کیا ہے وہاں اپنی نعت میں مضامین آفرینی کی صورت بھی نکالی ہے۔

ان کی نعت میں ایمانیات کے حامل ایسے الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں جن کا تعلق اسلام، اسلامی عقائد اور حضور اکرمؐ کے کردار و سیرت اور سوانح سے ہے۔ ان الفاظ کی موجودگی سے جہاں شعر کی فضا میں نعت کا قرینہ در آیا ہے وہاں نعت کے پائے میں علمی عناصر بھی پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی طرح شاہد کوثرؔ نے اپنی نعتوں میں حضور اکرمؐ کے لیے جن اسمائے مقبول کا استعمال کیا ہے وہ قرآن کریم اور احادیث سے ماخوذ ہیں انہوں نے کچھ اسمائے رسولؐ خود بھی تخلیق کیے ہیں۔ ہر زمانے کے نعت گو شاعروں نے اپنے اپنے طور پر آپؐ کے اسماء وضع کیے ہیں (ع س مسلم، معروف نعت گو کی دو ضخیم کتابیں، 'اسماء النبیؐ' اور 'صدفِ ضمائر میں' اسی حوالے دیئے ہیں جن میں انہوں نے نئے نئے اسماء سے حضور اکرمؐ کا تذکار مبارک اپنی نعتوں میں کیا ہے)۔

شاہد کوثرؔ کی نعتوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کا خوبصورت استعمال ملتا ہے۔ شاہد کوثرؔ کی نعت میں قرآنی آیات کی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں۔ یہ مثالیں جہاں ان کے مطالعہ اور قرآن فہمی کے شوق کی نشاندہی کرتی ہیں وہاں ان کی نعت کو بھی مؤثر اور بلیغ بناتی ہیں جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کوثرؔ کی نعتوں میں ایسے حوالوں سے خوبصورت نعتیہ فضا پیدا ہو گئی ہے۔ ایسی کچھ مثالیں دیکھیے:

عمل ہر دَم ہو اِھدنا الصراطِ الُمُستقیم اپنا
مرے کنبے کا انعمت علیھم کا ثمر دے دے

مَیں ہر اُفتاد میں تجھ کو پکاروں اے مرے مالک!
جو لَاتَحزَن کا مخزن ہو مجھے ایسا جگر دے دے

سبق ہو لَیُس لِلُانسان الّا مَاسَعیٰ میرا
توانا رکھ مرے ہاتھوں کو توفیقِ ہنر دے دے

وہ جن کو منزل تھی شاہد، قابِ قوسینِ اَو ادنیٰ
وہ ہے شانِ عظمتِ آدم، صلی اللہ علیہ وسلم

کہا ہے وَالضّحیٰ، وَالّیل، مَازاغَ البُصر، طٰہٰ
خدا کو بھی محبت ہے تمہارے خَال سے خَد سے

وہ کیا تھی قَابَ قوسَیُن اور اَو اَدنیٰ کی منزل
زمانہ سو رہا تھا اور رسالت جاگتی تھی

وہ تپتی ریت پر ننگا بدن سینے پہ پتھر
ھُو اللہُ اَحَد کی یوں صداقت جاگتی تھی

وہیؐ **لاریب، عِندَاللہِ اِتقٰکُم** کی تفسیر
انہیؐ کی زندگی کامل نمونہ بن گیا ہے

عسکری تاریخ میں ہے فتحِ مکہ معتبر
اور **لَاتثریب** کا کیسا ہے بدلہ معتبر

قرآن نے کہا جنہیں **رُحماءُ بَینَم**
وہ تیرےؐ اہل بیت و صحابہؓ بھی لاجواب

تُوصؐ کہ ہے شانِ **رَفعنالکَ ذِکرکُ** کا امیں
مجھ سے ہو کیسے بیاں؟ شانِ رسالت تیریؐ

قرآن کریم کی آیات کے حوالوں کے علاوہ شاید کوثریؔ نے نعتوں میں کہیں کہیں احادیث رسول اکرمؐ، آپؐ کی سیرت و کردار، کتب تاریخِ و مغازی، صحابہ کرامؓ، اسلامی تاریخ کی فضیلت مآب شخصیات، اسلامی لغات اور ایمانیات سے متعلق ذخیرۂ الفاظ سے بھی استفادہ کیا ہے یہ شعر دیکھیے:

زباں پر تھا **لَنا مَولا مَولا لکُم** جاری
اُحد میں جب پڑا دشمن سے پالا کملی والےؐ کا

رَبِّ ھَب لِاُمّتی کہہ کروہؐ، شاہدکوثرؔی
ہم گنہگاروں کو بخشش کی دعائیں دے گیا

پھر دیا فرمان کُلّ مُومنونَ اِخوۃُ
سب قبائل کو بہم شِیر و شکر کرتے ہوئے

شاہدکوثرؔی نے اپنی نعتوں میں اسلامی لغات کے ذخیرۂ الفاظ، اسلامی تاریخ کے اہم رجال اور صحابہؓ و صحابیاتؓ کے علاوہ انبیا و رسل کے اسمائے مبارک سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہ الفاظ دیکھیے :

صلِّ علیٰ، ترتیل، رحمت، کونین، رسالت، لبیک، مُواخات، شفاعت، جبریلؑ، اسریٰ، عرشِ علیٰ، شرح صدر، طلع البدر علینا، سورۃ النجم، سورۃ النصر، خندق، بدر، احد، تبوک، خیبر، اللہ اکبر، وادیٔ ظہران، الست، معراج، حرا، ثور، عام الحزن، غبرا و داحس، عُکّاظ، یمن، ایران، چین، روم، صنعا، حضر موت، کوہِ صفا۔

صحابہؓ و صحابیاتؓ اور انبیا و رسل کے اسما کی شمولیت نے بھی شاہدکوثرؔی کے نعتیہ اثاثے کو بابرکت بنایا ہے۔ یہ اسما دیکھیے :

آدمؑ، نوحؑ، ادریسؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، یونسؑ، ہارونؑ، ہودؑ، صالحؑ، یوسفؑ، عیسیٰ ابن مریمؑ، کلیم اللہؑ، عائشہؓ، حفصہؓ، خدیجہؓ، حسّانؓ، بوذرؓ، سلمانؓ، ابوبکرؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، حیدرؓ، بلالؓ، حمزہؓ، جعفرؓ، زیدؓ، سمیہؓ، عمارؓ، یاسرؓ، حسینؓ، زینبؓ، عباسؓ، حُرؓ، آمنہ، نجاشی۔

شاہدکوثرؔی نے اپنی نعتوں میں اسمائے رسول مقبولؐ کے بابرکت ذخیرے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً صادق، امین، قرآنِ ناطق، حاملِ خُلقِ عظیم، صاحبِ لولاک، حضور، محبوبِ دو

جہاں، آقا، مولا، آمنہ کا راج دُلارا، باعثِ تخلیقِ دو عالم، سردارِ انبیا، باعثِ تکوینِ عالم، رحمۃ للعالمین، سیّد الابرار، سیّد المرسلین، خاتم الانبیاء، یٰس، طٰہٰ، رحمتِ دو جہاں، اُمّی، شافع روزِ جزا، آسمانِ عدل کا روشن ستارہ، شاہِ بطحا جیسے اسمائے رسولِ مقبولؐ نے شاہد کوثری کی نعتوں کو ایک اور مبارک جہت عطا کی ہے۔

انہوں نے نعت کے موضوعات و مضامین کی مناسبت سے جہاں کسی اسمِ رسولؐ کو استعمال کیا ہے وہاں لفظی رعایتوں اور تلازماتی وسعتوں کے سبب نعتیہ اشعار زیادہ مؤثر اور بلیغ ہو گئے ہیں۔

بہ حیثیت مجموعی شاہد کوثری نے نعت کے مضامین و موضوعات کے مرکزی دھارے میں رہتے ہوئے اپنے نعتیہ افکار کو علمی نہج پر استوار کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ اپنے اندر بڑے روشن امکانات رکھتی ہے۔ انہوں نے آزاد نظم کے اندر جو نعتیں کہی ہیں وہ روانی کے سبب نہ صرف تاثر کی حامل ہیں بلکہ اپنے تاریخی تناظر کی وجہ سے انفرادیت کی حامل بھی ہیں۔ ان نعتوں میں جذبات کی فراوانی ہے۔

صحابہ کرامؓ اور انبیاء کرامؑ کے حوالہ جات نے ان کے اندر تلازمات کے کئی در وا کیے ہیں، ہمارے ہاں نعت کا بڑا حصہ غزل ہی کی ہیت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ مختلف اصنافِ سخن میں اگرچہ نعت کی روایت کا سراغ گزشتہ نصف صدی سے بلکہ بعض صنفوں میں اس سے بھی قبل ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ معرّا اور آزاد نظم کی طرح نثم (نثری نظم) میں بھی اس کے کامیاب نمونے موجود ہیں لیکن نئی شعری اصناف خصوصاً آزاد نظم، معرّا نظم، ہائیکو، سانیٹ، مستزاد اور نثم وغیرہ میں اس کے بہت سے امکانات ہیں۔ غزل کی ہیت بلاشبہ اپنے مخصوص فنّی محاسن کے سبب نعت کے لیے ہر دور میں پسندیدہ رہی ہے مگر مبارک ہیں وہ نعت گو جو دوسری اصناف، مضامین و موضوعات کے اظہار میں کوشاں ہیں۔ اس حوالے سے شاہد کوثری کی آزاد نظموں میں نعتیں تعداد میں کم ہونے کے باوجود مستحسن کوشش ہیں۔

مجھے امید ہے اردو نعتیہ شاعری کا مطالعہ شاہد کوثرؔ کی نعت کو مزید سنوارے گا اور ان کے آنے والے نعتیہ مجموعے اردو شاعری میں خوشگوار اضافہ ثابت ہوں گے۔ میں ان کے پہلے نعتیہ مجموعے کی اشاعت پر اس کا خیر مقدم کرتا ہوں اور مستقبل میں ان کی نعتیہ شاعری کے لئے دُعا گو ہوں کہ

دِلا ! ملی ہے جو نعتِ مزید کی توفیق
تو جان لے تری پہلی ثنا قبول ہوئی

❖……❖……❖……❖

ردا کی خوشبو: عارف رضا

فیصل آباد میں اردو نعت گوئی کی روایت کے سفر میں عارف رضا کا تعارف اُن کے پہلے نعتیہ مجموعے ''عطا کی خوشبو' سے ہوا یہ نعتیہ مجموعہ میں شائع ہوا اس کے بعد کی دہائیوں میں عارف رضا کے تین چار اور مجموعے شائع ہوئے جن میں نعت کے حوالے سے اور حمد یہ قطعات کے حوالے سے ہیں ثنا کاری کے باب میں یہ ان کا چوتھا مجموعہ ہے جس کا موضوع نعت رسول اکرم ﷺ ہے عارف رضا کی شاعری کے سراغ میں ہمیں ان کے پہلے نعتیہ مجموعے ''عطا کی خوشبو' کی اشاعت سے دو تین دہائیاں پہلے جانا ہوگا جب وہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں زیر تعلیم تھے اور ناران (کالج کے علمی و ادبی مجلّے) میں ان کے کچھ شعر شائع ہوئے تھے یہ ساٹھ کے عشرے کی بات ہے انہوں نے ہمارے اکثر شاعروں کی طرح غزل سے اپنی شاعری کا آغاز کیا کچھ نظمیں بھی لکھیں پنجابی میں بھی کچھ شعری تخلیقات کے نمونے اسی زمانے کی یادگار ہیں ''عطا کی خوشبو' سے پہلے کا یہ سارا شعری مواد ایک مجموعہ کے برابر ہے قریباً ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ شاعری آج سے قریباً ربع صدی پیشتر مرتب ہو کر کتابی صورت میں کتابت اور پینٹنگ کے مرحلے تک پہنچ چکا تھا مگر بوجوہ ابھی تک اشاعت پذیر نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ ان کی نعت کی طرف بڑھتی ہوئی دلی رغبت تھی جس کے سبب ان کے اظہار کی ترجیحات بدل گئیں ان کے عرض و اظہار کا مرکز بن گئی ان کے (اس مجموعے سمیت) چاروں مجموعے ان کے ذوقِ ثناہی کا مبارک نتیجہ ہیں۔

گزشتہ نصف صدی میں انہوں نے بیسوؤں تنقیدی و تعارفی مضامین بھی لکھے ادبی و شعری اور نعتیہ کتابوں کی تقریبات رونمائی کے حوالے سے ۔۔۔فلیپ ، آرا اور دیباچوں کی

صورت میں بھی ان کی لکھی ہوئی تحریروں کا مواد دو کتابوں جتنا بن جاتا ہے ان تنقیدی و تعارفی نثر پاروں کے علاوہ ان کی نثر کے تین پہلو زیادہ نمایاں رہے ہیں پہلا پہلو ان کے اپنے مضمون نفسیات کے حوالے سے کئی مطالعات کی صورت میں سامنے آیا انہوں نے اپنے طلبہ و طالبات کی رہنمائی کے علاوہ عام اردو خواں طبقے کے لئے نفسیاتی حوالوں سے علمی مضمون لکھے جو ملک کے معروف اخبارات و جرائد میں شائع ہوئے اور نفسیات کے ضمن میں منعقد ہونے والے سیمیناروں اور کانفرنسوں میں پڑھے گئے۔

ملک اور بیرون ملک ان کے پھیلے ہوئے ہزاروں شاگردوں کے علاوہ دوسرے قارئین نے بھی ان سے استفادہ کیا ان کی نثر کا دوسرا نمایاں رخ علم، طریق تدریس اور تعلیم کے باب میں لکھے ہوئے ان کے بیسوؤں مضامین ہیں جن میں انہوں نے تعلیم سے نصاب سازی کی ضرورت و اہمیت موجود و میسر ماحول میں نقائص اور اس میں اصلاح کے لئے اپنے تجربات کے حوالے سے بہت سے کارآمد نکات اور مفید مطلب خیالات کا اظہار کیا قریباً چار دہائیوں پر مشتمل تدریسی وابستگی کے ساتھ انہوں نے آل پاکستان پروفیسر ایسوسی ایشن کے صدر کی حیثیت سے بھی علمی مجلسوں اور سرکارے دربارے منعقد ہونے والے مکالموں میں بھرپور حصہ لیا اور ان کے نتائج کے حوالے سے یہ مضامین لکھے۔

ان کی نثر کا تیسرا بڑا رخ ''اقبالیات'' سے ان کے خصوصی شغف کی عطا ہے وہ اپنے مطالعات میں اقبالیات کے عمومی پہلو پر مسلسل متوجہ رہے عمومی پہلو سے میری مراد اقبال کے پیغام اور فلسفہ شعر کے تعارف و ترجمانی سے ہے انہوں نے اس ذیل میں بیسوؤں مضامین لکھے یہ مضامین تحقیقی موشگافیوں کی بجائے علامہ اقبال کے فلسفہ و شعر کے فیضان اور اس کی تفسیر کے حوالے سے ہیں اقبالیات سے ان کے خصوصی شغف کی وجہ علامہ اقبال سے ان کی دلی عقیدت (جن کا کچھ حصہ انہیں اپنے گھر کی تربیت اور ماحول سے ملا) نے۔۔۔۔اساتذہ اور مرزا محمد منور، افتخار احمد چشتی، جیسے اقبال دوست بزرگ اور فیصل آباد (پہلے لائل پور) کی ''مجلس اقبال'' کی

محبتوں اور نشستوں میں جلا پائی وہ مجلس اقبال کے کئی سالوں تک صدر بھی رہے یوں مجلسی ضروریات کے حوالے سے بھی ‘‘اقبالیات’’ کا کچھ حصہ تخلیق ہوا۔ ایسے مضامین کی تعداد بھی بیسوؤں میں ہے۔

مختصراً نفسیات اور اقبالیات کے ان کی نثری کاوشوں میں بھی مصروف رکھا آج سے قریباً پندرہ سال قبل ایم اے اردو کی امتحانی ضروریات کے حوالے سے عارف رضا پر ایک مقالہ بھی تحریر کیا گیا عزیزی غزالہ نے اس مقالے میں عارف رضا کی شاعری کے ساتھ ان کے نثری مضامین کا بھی جائزہ لیا ہے۔ عارف رضا کے موجودہ نعتیہ مجموعے پر تمہید و تعارف کا حصہ کچھ طویل ہو گیا ہے دراصل عارف اسے تعلق خاطر کا پہلو اتنا متنوع اور دلاویز ہے کہ ان کے بارے میں

لذیر بور ‘‘تعارف’’ دراز تر گفتم

والی بات پیدا ہو گئی ہے۔ عارف رضا کی نعت گوئی کا حال احوال ان کی دیگر علمی و ادبی کاموں کے تذکار سے بھی زیادہ پر لطف ہے۔

جناب حافظ لدھیانوی کی ہم سائیگی جس کا فیضان جناب صوفی محمد افضل فقیر، جناب حفیظ تائب اور دوسرے بیسوؤں ایسے نعت گو شاعروں کی محبت میں انہیں دستیاب رہا مجلس معین ادب کے حوالے سے چشتی انوار فیروز اور کئی شعرائے نعت کی نشستوں میں عارف کی نعت گوئی پھلی پھولی برادرم کوثر علی، افضل خاکسار کے علاوہ شہر کے دوسرے نعت گو شاعروں کے میل جول سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں فیصل آباد میں نعت کی جو فضا بنی عارف رضا اس کا حصہ رہے۔

ان دنوں حافظ صاحب، برادرم اکرام مجید، چشتی، خود عارف اور ان کے برادر جاوید کے گھر میں آئے ان منعقد ہونے والی شعری نشستوں کے علاوہ نعت، فن نعت، امور رسائل نعت کا تذکار جس تسلسل و تواتر سے ہوتا تھا اس کی تفصیلات جداگانہ مضمون کی متقاضی ہیں شہر میں جب کبھی صوفی فقیر تائب آتے تو دو دو تین تین دن اور راتیں گفتگو اور مکالمے کا موضوع نعت رسول

اکرم ﷺ ہی رہتی کیسے دن تھے جب فراغت بھی تھی اور احباب کی محبتیں بھی حاصل تھیں کبھی کبھار ''شبینہ نعت'' کا سا سماں بن جاتا اور تین چار دوست دائرے میں بیٹھ کر پہروں نعتیں سنتے اور سناتے انہوں نشستوں میں چائے کھانا۔ نمازیں۔ آرام و استراحت سب کچھ اچھا اچھا، اپنا اپنا اور بھلا بھلا لگتا ہمارا شہر اس لحاظ سے خوش قسمت رہا کہ اردو کے تین اہم اور نمائندہ نعت کاروں حافظ، حفیظ اور صوفی افضل کی صحبت ہمیں ایک چھت کے نیچے کئی بار کئی کئی دنوں تک میسر نہیں اس حوالے سے کئی دوسرے عمروں کی طرح ایک رمضاں کا عمرہ بھی یادگار حیثیت رکھتا ہے جب حافظ۔ حفیظ۔ تائب۔ عارف رضا اور۔۔۔۔ اور کئی دوسرے اہل علم و صاحبان نعت مسجد نبوی ﷺ کے محرابی کی سمت کے پہلو صحن کے ایک ستون کے سائے میں ہفتہ عشرہ اکٹھے رہے اس ستون کو ''ستونِ نعت'' کا نام دیا گیا اس نام سے قمر نے اپنا نعتیہ مجموعہ بھی شائع کیا اور اس کے دیباچے میں اس ستون سے متعلق یادوں کا ذکر کیا ہے۔

عارف کے دیباچے کے بارے میں تمہید کی سطریں پھر ہاتھوں سے پھسل رہی ہیں یہاں دوسری بار اپنے خیالات کو سمیٹتے ہوئے میں پھر مختصراً کا لفظ استعمال کرونگا یعنی مختصر یہ کہ عارف رضا کی نعت گوئی کے پس منظر میں ان محبتوں کی مہک اور جھلک بھی موجود ہے۔ سچے اور شوق خالص ہے وہ کسی شہرت و ناموری کے لالچ میں نعت نہیں کہتا اس کی کاوش کے عقب میں کسی نمائشی تجربے کو دخل نہیں محبت کا فطری جذبہ اس کی نعت گوئی کا ہمیز ہے اپنی تخلیقی تنہائیوں اور مشاہداتی تخلیقوں میں دوسرے اور اردو وظائف کے ساتھ وہ نعت گوئی کے مبارک شغل میں بھی مصروف رہتے ہیں یہ ان کی واردات ہے بقول اقبال۔۔۔۔ مجھے فطرت نوا یہ پے مجبور کرتی ہے

یہاں نوا کی جگہ ثنا پڑھنے عارف کے نعتیہ سرمائے میں کتاب بہ کتاب اضافہ اس کے سلیم الفطرت شوق کا مظہر ہے اللہ ہمیں شوق ثنا گوئی کے ایسے فطری اخلاص زاد جذب اور مقبولیت ساماں سادگی سے نوازے (آمین)

◆……◆……◆……◆

بفیضِ کلامِ غالب: ریاض احمد پرواز

مرزا غالب نے اپنے آپ کو 'رندِ شاہد باز' کہا اور اپنی شاعری میں کئی شعر ایسے کہے جو اسلامی شعائر اور عقائد کی روشنی میں محلِ نظر ہیں مگر انہوں نے اُلوہیت، تصوّف اور نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسی شاعری بھی کی جو ہماری شعری روایت کا ایک مستُند حوالہ ہے معروف نعت نگار حافظ محمد افضل فقیر مرحوم نے ایک بار غلام رسول مہر کے حوالے سے غالب کی درج ذیل شعر کی بڑی تحسین کی۔

دلِ ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اور بتایا کہ ''مہر صاحب نے فرمایا کہ یہ شعر کہنے والا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کے انوار میں تخلیقِ شعر (سوچ بچار کے دوران) جتنے لمحے مُنہلک، مُستغرق اور محور رہا وہ خُود قرب خداوندی کا ایک بے مثال تجربہ ہے۔'' یہ شعر غالب کی خدادوستی کا نادر اظہار ہے۔

مرزا غالب کے فارسی اور اُردو دیوان میں کئی ایسے شعر مل جاتے ہیں جن کا قرینہ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت واضح اور موثر نظر آتا ہے غالب کے ایسے چند شعر بھی کئی اردو نعتیہ دیوانوں پہ بھاری ہیں اس کی وجہ ان کا خاص اسلوب ہے جو الفاظ کو گنجینۂ معنی بنا دیتا ہے۔

کلامِ غالب کی ایک اور خوبی جو اس تحریر کا مُحرّک بنی ان کے مصرعوں اور زمینوں میں نعتیہ امکانات کی موجودگی ہے مرزا غالب نے اپنے خاص طرزِ ادا، اور رفعتِ فکر سے اپنے بعد آنے والے کم وبیش تمام شاعروں کو متاثر کیا ان کے دیوان سے سینکڑوں کتابوں کے نام اخذ کئے گئے بیسوؤں شاعروں نے اُن کے حضور منظومِ خراج عقیدت پیش کیا جہاں ان کے فکر وفن پر سینکڑوں کتابیں، ہزاروں مقالے اور مضامین لکھے گئے اور درجنوں ڈرامے، ٹیلی کاسٹ ہوئے اور تمثیلیں لکھی گئیں وہاں ان کے دیوان پر ہم طرح نعتیہ دیوان بھی لکھے گئے اور ان کی غزلوں کے مصرعوں (زمینوں) پر نعتیں لکھی گئیں جزوی یا کلّی طور پر غالب کے دیوان پر نعتیہ دیوان لکھنے کی کوشش بیسیوں شاعروں نے کی۔ 'دیوانِ غالب' کی ہم طرح نعتیں، ایک جداگانہ مقالے کا موضوع ہے غالب کے زمانے سے اب تک ایسی مکمل اور جزوی کوششوں کا تنقیدی وتحقیقی مطالعہ ان امکانات افکار غالب کی نشاندہی کرتا ہے جو کلام غالب میں موجود ہیں۔

(غالب ایسا) عظیم شاعر دَراصل اپنے فن کو آئینہ بنا دیتا ہے جس میں آنے والا زمانہ اور لوگ اپنے احساسات اور مشاہدات کا عکس دیکھتے ہیں یہ فن کی خوبی ہے کہ ایسا فن یک رخی نہیں ہوتا اس کے اندر معانی کی کئی پرتیں اور لفظوں کے کئی تلازمات ہوتے ہیں جو عہد بہ عہد فن پارے میں تازہ آفرینی کی دریافت کا باعث بنتے ہیں انیس ویں صدی کی آخری ربع میں جب اردو نعت اپنے تشکیلی مراحل میں داخل ہو رہی تھی تو اس کے سامنے غزل کی زندہ اور توانا روایت موجود تھی یہ روایت (فارسی سے ہوتی ہوئی) آج تک اتنی مستحکم اور توانا ہے کہ آج کی نعت کا بہت بڑا حصہ (شائد %90 سے زیادہ) غزل ہی کی صنف اور ہیئت میں تخلیق ہو رہا ہے اردو غزل میں غالب کے اثرات دوسرے شاعروں کی طرح نعت گو شاعروں پر بھی پڑے اور آج تک پڑ رہے ہیں لہٰذا کئی شاعروں نے مرزا غالب کے مصرعوں میں نعتیہ امکانات دریافت کئے بڑے شاعروں کی طرح مرزا غالب کی شعری زمینیں بلاشبہ اپنے اندر کثیر الجہات امکانات رکھتی ہیں ایک متجسس نعت جُو یا حمد فکر شاعر جب کلامِ غالب کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس میں عقیدت نگاری کے امکانی پہلو بھی

تلاش کرے گا گزشتہ تین چار عشروں میں راغب مرادآبادی، بشیر حسن ناظم اور دوسرے کئی شاعروں نے مرزا غالب کی غزلوں پر نعتیں لکھی ہیں حال ہی میں ریاض ندیم نیازی اور ریاض احمد پرواز نے مرزا غالب کے دیوان پر نعتیہ دیوان لکھا ہے۔

ریاض احمد پرواز نے نعت کے ضمن میں آٹھ دس مجموعے تخلیق کئے ان میں کچھ ابھی اشاعت کے مرحلے میں ہیں ان کا ایک تخصّص رُباعی کا بھی ہے ان دنوں جب رباعی کی طرف شاعروں کی توجہ کم کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے انہوں نے نعتیہ رباعیات بھی کثرت سے لکھیں……

ان کا زیرِنظر نعتیہ مجموعہ ''بفیضِ کلامِ غالب'' ہے انہوں نے دیوان غالب کو مکمل طور پر نعتیہ غزلوں میں نہیں برتا بلکہ دیوان غالب سے بہت سی ایسی زمینیں منتخب کی ہیں جن میں اپنے نعتیہ خیالات و جذبات کو پرویا ہے غالب کے کلام سے استفادہ (اور استفادہ بھی نعتیہ خیالات و جذبات کی تفہیم، انسلاک اور اظہار کی صورت میں) ایک مشکل کام ہے یہ تینوں مرحلے تفہیم، انسلاک اور اظہار قادرالکلامی اور مہارت کے جس درجہ اور پایہ کے طلبگار ہیں وہ ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔

پہلا مرحلہ تفہیم کا ہے کہ آپ غالب کی غزل کو جب نعتیہ تضمین کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو اس غزل کے فکری ماحول کا جو زمینِ غزل (بحر، قافیہ اور ردیف کے اشتراک) سے بنتا ہے آپ اس کی نعتیہ نسبت میں کیسے تفہیم کرتے ہیں خصوصاً وہ مصرع جس کو آپ طرح مصرع کے طور پر چنتے ہیں اس کی مصرعی فضا کی تفہیم نعتیہ نسبت سے کیسے کرتے ہیں؟ دوسرا مرحلہ جو پہلے ہی سے جڑا ہوا ہے بلکہ اسی کا حصہ ہے اس مصرع کا نعتیہ مزاج سے انسلاک ہے کلام غالب میں کئی مصرعے بلاشبہ ایسے ہیں کہ ان کی نعتیہ تفہیم اور انسلاک میں زیادہ سوچ بچار کی ضرورت نہیں مثلاً

ے ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
ے حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا
ے سامنے جس کے ترا مطلعِ انوار نہیں
ے یہ سُوئے ظن ہے ساقئ کوثر کے باب میں

فِکرِ نعت کا مطلوب قرینہ رکھتے ہیں ان مصرعوں کو مُشرف بہ نعت کرنے یا ان کو زمینِ نعت بنا کر ان پر نعت استوار کرنے میں زیادہ دشواری محسوس نہیں ہوتی یہ مصرے آپ ہی آپ نعت گوئی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی تخلیق میں نعت کا قرینہ خلقی طور پر موجود ہے۔

تیسرا مسئلہ اظہار کا ہے قدم قدم پر مرزا غالب آپ کے مقابل ہیں، شعوری یا غیر شعوری طور پر الفاظ کی دروبست، تشبیہ، استعارہ الفاظ، تراکیب کے استعمال میں مرزا غالب کی قادرالکلامی مہارت وفن، تبحّر و عظمت آپ کے شانہ بہ شانہ نہیں آپ کے آگے پیش رو کی صورت رہتی ہے آپ اس سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے سورج کے سامنے چراغ جلانے کا محاورہ شائد اسی وقت کے لئے بنا ہے۔۔۔ مگر کاملین کے حضور اظہارِ عقیدت پیش کرنے کی ایک قدیم روایت ہے اور کسی گھمنڈ، فخر یا مقابلے کے لئے نہیں بلکہ روایت عاجزانہ عقیدت مندی کے بیان سے ظاہر ہوتی ہے سورجوں کے مقابل نحیف اور لرزتی لو کے حامل دیئے کا خراج پیش کرنا ایک روایت رکھتا ہے اور ہر زبان کے شاعروں نے اپنے اکابرین ادب کے حضور اپنی عقیدت کا اظہار ایسے ہی کیا ہے معروف یونانی ناقد لانجائنس نے ایک جگہ کہا ہے کاملین کے مقابلے میں آ کر مات کھانا بھی فتح کی طرح ہوتا ہے۔

ریاض احمد پروآز نے غالب کی غزلوں کی زمینوں میں سینکڑوں عمدہ شعر کہے بعض گزارے لائق ہیں اور کئی جگہوں پر سرسری انداز میں بھی۔ مگر غالب کی غزلوں کی شعری میناروں پر

نعتیہ اشعار کی تخلیق بجائے خود ایک اہم کام ہے برّصغیرِ پاک و ہند میں دیوان غالب پر جزوی طور پر بیسوؤں لوگوں نے نعتیں لکھیں اس فہرست میں ریاض احمد پرواز کا نام آنا سعادت کی بات ہے اس کے درج ذیل اشعار دیکھئے یہ شعرا اپنے فکری ماحول میں نعت کا جو قرینہ رکھتے ہیں وہ قابل تحسین ہے۔

؎ اہلِ ایمان کا ایقان ِکرم خُوردہ ہے
دَبکے بیٹھے ہیں پنہ گاہوں میں احرار ہنوز

؎ سابقہ اور لاحقہ جن کو درودوں کا ملا
وہ نوائیں پیشِ حق جا کر نمایاں ہو گئیں

؎ ’’شِدّتِ غم بھی اِرادت میں ہےَ لذّت جانئے‘‘
دُوریَ طیبہ کے نالے کو بھی راحت جانئے

؎ مَدحِ حبیبؐ کبریا ، میری مُرادِ دل
جذبوں کی رُوح، رُوح کا یہ ارمغان ہے

؎ جناں کی سیر کو جب بھی صَبا نکلتی ہے
خِرامِ ناز سے طیبہ میں جا نکلتی ہے

؎ ایک مہمیز عاجزی کو ملی
ایک اکرام کا بہانہ ہوا

؎ وُہی اندازِ سحر یاد آیا
رب کے محبوب کا گھر یاد آیا

؎ دَرِ اُقدس پہ مترجم بنے آنسو میرے
ایسے آباد مرے قلب کا ویرانہ ہوا

- مری آنکھ دیکھے مدینہ یہیں سے
  وہ روضہ خدا کی قسم دیکھتے ہیں
- آہنگ اور لہجے بھی تھے رائیگاں جہاں
  واں خامشی کو اپنی نوا کر رہا تھا میں
- اِس پہ تاریخ کی گواہی ہے
  کی غلاموں نے اُنؐ کے ، دَارائی
- ہَر مُو مرے بدن کا زبانِ سپاس ہے
  اپنے نبیؐ سے مجھ کو شفاعت آس ہے

❖……❖……❖……❖

صَلِّ وَسَلِّم : عامر سلیم بیتاب

عصرِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ نمائی مختلف ہیئتوں اور صنفوں میں ہو رہی ہے ویسے تو آغاز نعت ہی سے نعت قصیدہ اور بعد میں غزل کی صنف سے منسلک رہی ہے اور بلاشبہ آج بھی نعتیہ مضامین و موضوعات کا غالب اظہار اسی ہئیت (غزل) میں ہو رہا ہے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نعت جِن جِن اَدوار میں، جن جن زمینوں اور زبانوں سے گزری ہے اُس نے اُن سے اثرات قبول کرتے ہوئے اپنے اظہار کے پیراؤں کو بھی وسیع کیا تازہ ہیئتوں اور صنفوں کو اپنایا یا یوں کہئے کہ انہیں 'مشرّف بہ نعت' کیا اِس طرح آج نعت، قصیدہ و غزل کے علاوہ مثنوی، رباعی، قطعہ، نظم (آزاد، پابند، معرّا) وغیرہ سے لے کر نثم (نثری نظم) تک میں نظر آ رہی ہے سانیٹ، ماہیا اور ہائیکو وغیرہ کے اندر بھی نعت اس نمایاں تعداد سے تخلیق ہوئی ہے کہ اب ان صنفوں اور ہیئتوں میں اِس کے جداگانہ مجموعے بھی شائع ہو رہے ہیں۔

ہائیکو نگاری گزشتہ صدی کے دوسرے نصف میں زیادہ پروان چڑھی اگرچہ اس کے کچھ ابتدائی نمونے اور اس کے بارے میں بعض تعارفی تحریریں قیامِ پاکستان سے پہلے بھی مل جاتی ہیں مگر قیامِ پاکستان کے بعد اس صنف کی مقبولیت میں رجحان ساز نہ سہی توجہ طلب اضافہ ضرور ہُوا اس میں معیار اور مقدار دونوں حوالوں سے ایسا تخلیقی کام ہُوا کہ جامعات میں اس پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالے بھی تحریر ہوئے اردو ہی نہیں پنجابی اور دوسری پاکستانی زبانوں میں بھی ہائیکو نگاری کے جداگانہ نمونے اور مجموعے سامنے آئے (راقم الحروف کے پنجابی نعتیہ ہائیکو کا مجموعہ "حیّ علی الثناء" آج سے

قریباً اٹھائیس سال پہلے شائع ہُوا)

رباعی اور ہائیکو دو ایسی اصناف ہیں جن پر بات کرتے ہوئے کچھ تعارفی سطریں ان ہئیتوں کے بارے میں بھی ہو جاتی ہے یہ سطریں کچھ تو قارئین کی آگاہی کے لئے ہوتی ہیں اور کچھ ان صنفوں کے بارے میں اپنی معلومات کو تازہ کرنے کے لئے ____ ان ابتدائی بیانیوں کو میں ان صنفوں کی 'منہ دکھائی' سے تعبیر کرتا ہوں عام طور پر ناقدین اس مرحلے سے گزر کر صاحب کتاب (وہ رباعی میں ہو یا ہائیکو میں) کی تخلیقی کارکردگی کا ذکر کرتے ہیں ___ عامر بیتاب کی نعتیہ ہائیکو پر گفتگو سے پہلے کچھ باتیں اس صنف کے بارے میں ہو جائیں۔

پہلی بات یہ کہ اب تک ہائیکو کی بحث زیادہ تر اس کے آہنگ کے بارے میں رہی۔ ہائیکو کی ہئیتی اور سطری نشاندہی سے زیادہ ہائیکو کی تخلیقی روح کے التزام ہائیکو نگاری پر زیادہ بات نہ کر سکے یا یوں کہیئے کہ ان تخلیقی لوازم کو ان بحثوں میں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ ناقد اس کی صنفی داخلیت کے تقاضوں کو زیرِ بحث نہ لا سکے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ناقدوں کے بیانیوں کا زیادہ اظہار اِس صنف کے ظاہر پر رہا۔

انگریزی ہائیکو پہ یہ بات صادق آتی ہو یا نہ آتی ہو اردو ہائیکو اور دوسری پاکستانی ہائیکو میں یہ روح ضرور مجروح ہوئی ہے ہمارے ہائیکو نگاروں کی زیادہ توجہ ہئیت پر رہی اور اس میں ان کے مشاہدات و خیالات کی پیشکش عام اردو شاعری جیسی رہی جیسے ہمارے قطعہ، ثلاثی، مثلث یا مختصر تین سطری مختصر نظموں کی طرح جس کی کئی مثالیں مخمور جالندھری کی پون صدی پہلے کی چھپی کتاب 'مختصر نظمیں' میں مل جاتی ہیں جن نظموں پر عنوان بھی ہوتا ہے جبکہ ہائیکو جیسی لطیف صنف عنوان کا بار نہیں اُٹھا سکتی۔

ہائیکو کی تخلیقی روح کی کچھ نشاندہی میں نے اپنی کتاب 'حیَّ علی الثنا' کے آخر میں جو 'کچھ باتیں اس کتاب بارے' میں کی تھی (اس کا دیباچہ معروف شاعر اور نثر نگار امین راحت چغتائی صاحب نے لکھا تھا وہ ان دنوں جاپانی سفارت خانے میں ملازم تھے ہائیکو نگاری کے حوالے سے ان کا مطالعہ عام قارئین

سے زیادہ ہے) میری بات کا خلاصہ کچھ یوں تھا کہ ہائیکو کی بنیاد فطرت کے حوالوں سے حسّیاتی تجربات کا اظہار ہے یعنی ہائیکو میں عام طور پر زیادہ گہرے فلسفیانہ افکار اور سماجی سنجیدہ مسائل پر مشتمل موضوعات کا بیان نہیں ہوتا ہے۔ سیدھے سادے جذبوں اور حسّی کیفیات کو فطرت سے آمیز کر کے قلمبند کیا جاتا ہے اس آمیزش میں ایک فطری پن ضروری ہوتا ہے ہائیکو کی صنف تصنع اور کرافٹ کی بلند آہنگی اور ریارنگی کیفیات برداشت نہیں کرتی بقول آر ایچ بلیتھ

> "The problem for haiku in any language as for life itself in any age, is how to put thought completely into sensation, how to make sensation thought-full in addition,__ and this has only too often been forgotten by the Japanese haiku poets themselves, __sensation must be intense, though not violent, the thinking all-inclusive and subtle, not parochial and complicated."
>
> (R.H.Blyth,"A history of haiku" volume(two),P362)

جاپانی کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہائیکو لکھنے والے ہائیکو کے مخصوص آہنگ اور صوتیاتی نظام اور اس سے پیدا ہونے والی تاثیر سے صحیح طور پر محظوظ نہیں ہو سکتے لیکن ہمارے شاعروں نے اردو کے شعری آہنگوں کے تنوع سے اس کے داخلی صوتی آہنگ میں ایک اپنا پن ضرور پیدا کر لیا ہے خصوصاً مجھ جیسے تن آسان اور کنارے کنارے چلنے والوں نے ’فاعلاتن مفاعلن فعلن‘ کے آہنگ کو برت کر اپنے اور قاری کے لئے ایک مانوس صوتی فضا ضرور پیدا کی ہے یوں اس کی ہئیت اگرچہ مثلث اور ثلاثی کے قریب ہوگئی ہے مگر حسیات اور فطرت کو ہم آمیز کرنے سے اظہار کا رخ، کچھ حد تک اس زاویے کی طرف ضرور ہو گیا ہے جس کی ہائیکو متقاضی ہے۔

نعتیہ موضوعات و مضامین کی ہائیکو کی صنف اور ہیئت میں آمیزش، جہاں لکھنے والے کے لئے ایک نیا تجربہ ہے وہاں قارئین کے لئے بھی اس کی قبولیت ایک اجنبیت انداز روّیے کی حامل ہے ۔ جہاں بھی ایسا تجربہ کیا جائے گا وہاں تاثیر کا عمل بھی (ترسیل کی طرح) متاثر ہوگا ہمارے ہاں جیسے کہ پہلے بھی نشاندہی کی گئی ہے نعتیہ ہائیکو کی تخلیق کا ایک حصّہ مساوی الاوزان مصرعوں (فاعلاتن مفاعلن فعلن) (بحر خفیف مسدس مخبون محذوف) کے آہنگ میں تخلیق ہُوا اس آہنگ سے چونکہ ہمارے کان مانوس ہیں اور یہ آہنگ فارسی اور اردو شاعری خصوصاً غزل میں قریب قریب ایک ہزار سال کی روایت پر محیط ایک واضح پس منظر رکھتا ہے لہٰذا کچھ شاعروں نے اپنے نعتیہ جذبات و احساسات کے لئے اس آہنگ کو استعمال کیا نعت کے مضامین و موضوعات سے قارئین مانوس ہیں اور اس آہنگ سے بھی لہٰذا موضوع اور ہئیت دونوں کو لکھنے اور قبول کرنے میں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کی گئی ہائیکو کا نام نہ سہی سہ مصرعی نظم کے طور پر لکھاری اور سامع دونوں کو اسے قبول کرنے میں آسانی ہوئی۔

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین و موضوعات نے ہائیکو کی صنف کو ایک انفرادی شان عطا کی ہے نعتیہ مضامین کی ہائیکو سے آمیز کرنے کی روائت اب نئی نہیں اس کے ابتدائی نمونے چار پانچ عشرے پہلے ادبی رسائل میں ملنے شروع ہو گئے تھے اکیلے 'نعت رنگ' (مرتبہ صبیح رحمانی) کی فائل دیکھئے تو اس میں کچھ نعت نگاروں کے ہائیکو مل جاتے ہیں۔ ان کا مطالعہ نعتیہ ہائیکو کی تشکیلی سفر کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اردو کے علاوہ دوسری پاکستانی زبانوں میں بھی نعتیہ ہائیکو نگاری...... ہوا اور اس ذیل میں کئی مجموعے اور کئی نعتیہ مجموعوں کے اندر ہائیکو کے جداگانہ باب بھی ملتے ہیں۔ یہاں نعتیہ ہائیکو کی دو کتابوں کی مثالیں نمونے کے طور پر پیش کرتا ہوں ایک اردو اور ایک پنجابی مساوی الاوزان ہائیکو کی کتاب سے۔

اقبال نجمی کی 'نعتیہ ہائیکو' (مطبوعہ گوجرانوالہ، ۱۹۹۰ء) ہے۔ اُن کے یہ ہائیکو دیکھئے:

آپ نے وہ نصاب بخشا ہے
جو کہ ہر دَور کی ضرورت ہے
جو کہ سب کو وقار دیتا ہے

کتنی صدیاں گزر گئیں لیکن
تیری جانب ہی دیکھتا پایا
آدمیت کو ارتقا کے لئے

ایسے لمحات کچھ میسر ہوں
میرے آقاؐ کروں تری باتیں
میں ترے شہر کی کھجوروں سے

ترے کلمے سے ہی مرے آقاؐ
بزم ہستی کی نبض چلتی ہے
زندگی کا شعور ملتا ہے

نعتیہ ہائیکو کے نمونوں میں راقم الحروف کے یہ پنجابی ہائیکو بھی دیکھئے جو (حیَّ علی الثناؐ (نعتیہ ہائیکو) مطبوعہ ۱۹۹۱ء، نعت اکادمی، فیصل آباد) سے اخذ کئے گئے ہیں۔

(ا) ہنس اڈسے پۓ نیں دریا تے
یاد اوندے نیں نورؐ بجھتے دن
جیہڑے لنگھے سن اوس شہر اندر

(۲) سبز گنبد دھرا زمانے دا
تارے اوہدا طواف کر دے نیں
گرد پھر دا اے اوس سے سورج

(۳) ’لحن‘ ترے نعت وا اوہ وڈھلا لفظ
جیہڑا خالق نے خود ادا کیتا
اوس توں بعد __نعت چل سو چل

(۴) ہائیکو وچ لکھاں میں تیری نعت
پنچے پنجاب توں ثنا تیری
چڑھدے سورج دی سرزمین آتے

ان کے بارے حفیظ تائب لکھتے ہیں:

> ”اوہدے نعتیہ ہائیکو ذرا اوپرے نئیں لگدے کہ انہاں دا لوک لہجے والا انگ پنجابی ماہیئے نال ملدا اے تے اوہدا فکری رشتہ قرآن پاک دی بلیغ ترین نعت نال جڑیا ہویا اے جیہڑی تِناں آتیاں وچ مکمل ہوئی“ (ص۱۱)

ترجمہ: اس (ریاض مجید) کے نعتیہ ہائیکو ذرا اجنبی نہیں لگتے کہ ان کا لوک لہجے والا انداز پنجابی ماہیئے جیسا ہے اور اس کا فکری رشتہ قرآن پاک کی بلیغ ترین نعت کے ساتھ جڑا ہوا ہے جو تین آیتوں میں مکمل ہوئی۔

انّا اعطینک الکوثر •
فصلِّ لربک والنحر •
انّ شائنک ھوالابتر •

سہ مصرعی نعت پارے کو ’’کوثر یہ‘‘ کا نام ممکن ہے حفیظ تائب کے ذہن میں انہی دنوں آیا ہو جب وہ یہ سطور لکھ رہے تھے؟______ محترمی حفیظ تائب نے ’کوثر یہ‘ کے نام سے تین مصرعوں پر مشتمل نعت پاروں کی ایک کتاب شائع کی۔ کوثر یہ کے کچھ نمونے دیکھئے:

جوہر تخلیق الف لام میم
عرضِ مقامات وہ ذات عظیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلقہ مصطفیٰ میں رہتے ہیں
گم نبی کی ولا میں رہتے ہیں
اک منزہ فضا میں رہتے ہیں

جلوہ آفتاب دیکھا ہے
روئے رحمت مآب دیکھا ہے
کس زمانے کا خواب دیکھا ہے؟

درکار پئے نعت ہے پیرایۂ فن اور
اس رہ کے مسافر کا ہے رخت اور چلن اور
کام آتا ہے دربارِ رسالت میں سخن اور

نعلین مبارک ہیں جو حجرات سے باہر
اترے ہوئے دو چاند ہیں طیبہ کی زمین پر
کرتے ہیں دل و دیدۂ عالم کو منور

مساوی اوزان آہنگ کے علاوہ کچھ دوسرے شاعروں کی ہائیکو بھی ملاحظہ ہوں واضح ہو کہ یہ نمونے کسی باقاعدہ انتخاب کا نتیجہ نہیں کچھ قریب پڑے 'نعت رنگ' کے شماروں سے لئے گئے ہیں۔

کیا سایہ کیا دھوپ
دھرتی پر جو بھی سے ہے
سب ہیں تیرا روپ

دن ہو یا ہو رات
مری روح میں بولتی ہے
میرے رب کی ذات

سعید معراج جامی (نعت رنگ: ۹)

وہ سب کے سرور
ان کے در پر شاہوں کے
جھک جاتے ہیں سر

پھیلی ہریالی
آنحضرت کے کاندھوں پر
کملی ہے کالی

نکہت کی بارش
طیبہ میں تو ہوتی ہے
رحمت کی بارش

معراج حسن عامر

رحمت ہے ہر پل
دل میں ان کی چاہت کی
روشن ہے

اللہ کے مہمان
ان کی مدحت میں اتریں
آیات قرآن

آفتاب مظہر

یٰسین وطٰہٰ
ذات احمد......
رب کا آئینہ

سہیل غازی پوری

صلی علی ان پر
جینا مرنا سکھلایا
صل علی ان پر

اقبال حیدر

دشمن جاں پہنچا
آقا کے دربار میں تو
پھول مہکا مہکا

عزیز احسن

بولے بڑی کتاب
کائنات کو نور بانٹنا
طیبہ کا مہتاب

....

مولا کا احسان
آئی قرآں سے پہلے
تفسیر قرآن

محسن......

شاید ہیں جذبات
چودہ صدیوں پر جاری
طیبہ کی اک رات

سرسری طور پر منتخب کیے ہوئے ان ہائیکو کو ایک نظر بغور دیکھنے سے کئی پہلو سامنے آتے ہیں ان میں عربی، فارسی الفاظ کی تراکیب بھی ہیں، پہلے اور تیسرے مصرعے ہم قافیہ بھی ہیں بلکہ ان کی تکرار بھی ہے یہ سادہ انداز کے بھی ہیں ان مسائل کے حوالے سے جن کا تعلق ہائیکو کے اسلوبیاتی تجزیہ سے ہے کئی باتیں ہوسکتی ہیں لیکن یہ دیباچہ شائد ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے نشان دہی کی گئی ہے ہائیکو میں اسلوب کی سادگی اس کے لسانی مزاج کو اس کے بنیادی تقاضوں کے قریب رکھنے کی کوشش ہے میری دانست میں ہائیکو میں تراکیب کا استعمال بھی بعض ناگریز صورتوں میں ہونا چاہئے اسی طرح ثقیل الفاظ سے بھی ممکن حد تک گریز کرنا چاہئیے نعت کا معنوی اور فکری پھیلاؤ چونکہ عربی الفاظ سے عبارت ہے حرم، معراج، مواجہ، روضہ، سبز گنبد، گنبدِ خضرا____ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ یہ اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ جن کا تعلق آپؐ کے سیرت و کردار، ارکان، اسلام اور ایمانیات کے ذخیرہ سے ہے وہ الفاظ ہائیکو کی صنف میں استعمال ہوں گے اور ہائیکو کے ڈکشن میں آہستہ آہستہ جگہ بنالیں گے۔

عامر بیتاب ہمارے مرحوم دوست سلیم بیتاب (۱۹۴۰____۱۹۷۴) کے صاحب زادے ہیں جنہیں ادبی پس منظر ورثہ میں ملا ہے ان کے ہائیکو اس اعتبار سے مختلف ہیں کہ ان کا معنوی تناظر معروف معنوں میں گتھا ہوا نہیں ان کے ہائیکو کے مصرعے واضح طور پر مائل بہ مرکز ہونے کی بجائے مرکز گریز مفاہیم کی نشاندہی کرتے ہیں یا یوں کہئے کہ یہ Introjective کی بجائے Projective ہیں سو ان کا مفہوم مرتب کرتے ہوئے قاری کو خود ایک مکمل تخلیقی نہیں تو ’تخلیق نما‘ تجربے سے گزرنا پڑتا ہے اسے تنقید کی زبان میں سعی تخلیق مکرّر (Re.creative effeort)

کہتے ہیں اس تجربے سے گزرنا ہر قاری بلکہ عام شاعر کے لئے بھی مشکل ہے یوں سمجھئے بعض اوقات بظاہر منتشر مگر بباطن متصل شکلوں کو مربوط، مسلسل اور وابستہ و پیوستہ کرنے کے لئے خود ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ عامر کے یہ ہائیکو دیکھئے:

یادِ احمدؐ میں
الفاظِ مدحت نکلے
بوئے ہیں جب اشک

شاید آ بیٹھے
خواب کا در کھولے، دیکھوں
اک ناقہ کی رہ

کیا لکھوں ''معلوم''
ہے میری دانش
اور یہ لہجہ بھی

پتوں کی دف کو
تیرا نوری رُخ اب تک
کرنوں سا چمکائے

دیکھا گنبد سبز
دل میں رُخ تیراؐ لے کر
آنکھیں رکھ آیا

اے میرے مالک!
کوثر کے ساقیؐ کی بس
زندہ رکھنا پیاس

ایسے ہائیکو کی معنوی گرہ کشائی کی لذت قاری کی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہوتی ہے آخری ہائیکو میں دیکھئے کوثر سے اپنی پیاس بجھانے کی بات نہیں ہو رہی اللہ سے دعا ہے کہ ساقیِ کوثر (کو دیکھنے اُن سے ملنے) کی پیاس ہمیشہ زندہ رہے عامر کے عام فہم ہائیکو کا بھی اپنا رنگ ہے ان میں قرآنی الفاظ کے اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے بھی ہیں یہ مثالیں دیکھئے:

گیسوئے واللّیل
کی خوشبو ہے چاروں سمت
یا چشمِ "مازاغ"

انساں کی معراج
کعبے کا کعبہ ہیں آپ
اور آدم کا ناز

کھوکر تیراؐ در
جو بھی مانگے ہے جنت کو
کافر وہ بد بخت

شاہؐ شانِ حُسن
جس گھر میں ہو تیراؐ ذکر
وہ ہی کوہِ طور

صدیوں کی دیوار
جس پر کردیں رحمت آپؐ
کرلیتا ہے پار

’صلِّ وسلمٗ‘ کی شاعری جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی ہے نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے اب ہائیکو میں احساس ،فطرت کے ساتھ ایک اور حوالہ عقیدت کا بھی شامل ہوگیا ہے ہائیکو کی مختصر سی ہیئتی دنیا میں تین مختصر سی سطروں (lines) میں ایک مکمل تخلیقی شعری کل (Creative poetic whole) پیش کرنا کتنا مشکل لیکن کتنا پُر کیف تجربہ ہے۔

عامر سلیم بیتاب نے اپنے ہائیکو کے مجموعے ’صلِ وسلم‘ کے چار حصے بڑی شائستگی سے ترتیب دیئے ہیں شیخ سعدی کے معروف نعتیہ قطعہ:

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ واٰلہ

ایک ایک مصرع کو ایک ایک حصہ کا عنوان بنایا گیا ہے پہلے حصے میں ہائیکو کی وہ ہیئتی ترتیب ہے جو اس صنف کی معروف ہیئتی شکل ۵۔۷۔۵ (فعلن مفعولن/فعلن مفعولن فعلن/ فعلن مفعولن) کے حساب سے ہے یہ اردو خواں طبقے کے لئے نسبتاً ایک غیر معروف آہنگ ہے۔ اس آہنگ کا حسن اس کے اختصار میں ہے اس میں الفاظ کا استعمال عام طور پر ایجاز و علامت سے متصف ہوتا ہے چھوٹے چھوٹے لفظوں کو یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ بیچ میں ایک دلاویز معنوی خلا کہیں کہیں قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے اس شعری خلا (Poetic Gap) کو قاری اپنی طرف سے پورا کرتا ہے تو اس سے شعری معنویت کی بوقلمونی نئے نئے رنگوں میں ظہور کرتی ہے وہ جو کہا جاتا ہے شعر میں ؎ اک بات کہنی ہے اور اک چھپانی ہے ــــــ رباعی کی طرح ہائیکو پر بھی یہ بات صادق آتی ہے کہ اس میں قابلِ فہم حد تک جتنا شعری خلا ہوگا ہائیکو کی دلپذیری اتنی ہی بڑھے گی۔

اگرچہ ایسے غیر مساوی الاوزان آہنگوں سے ہمارے کان زیادہ مانوس نہیں اور ہماری سماعت اس کے صوتی آہنگ سے پوری طرح آشنا نہیں تاہم ان کی اجنبیت خود اپنے اندر ایک تازگی رکھتی ہے غزل کے روائتی لحن اور مانوس عروضی اوزان سے اس کی موسیقی سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں پاتی پھر بھی صَوت اور لحن کے تاثر سے قطع نظر ہماری توجہ اس کے فکری باطن پر ضرور جاتی ہے اور ہم سوچتے ہیں کہ ان مختصر لفظوں میں کیا کہا ہے؟ ــــــ قاری اس کے تجسّس میں نکلتا ہے تو ہائیکو کا فکری باطن اس پر منکشف ہوتا ہے۔ عامر کے یہ ہائیکو دیکھئے:

تیرا نام لیا
رحمت کی رُت نے میرا
استقبال کیا

گلشن سبز ہوا
شب شبنم کے اشکوں سے
پڑھ کر نام ترا

مست کیا ہے آج
شہر ترے کے جھونکے سے
روح نے پایا فیض

تیری ذات کمال
سے ہر رات مری پُر نور
شب کے ہاتھ میں چاند

سنی ہے جب سے نعت
شعلے کے ماتھے پر رکھّا
برف نے اپنا ہاتھ

شاخِ نظر کے حرف
برگِ قلب کی صورت میں
سنگ ترا ہے ذکر

دل ہے آج مدینہ
بس اسرار ترے کا نور
دل کا آج سکون

جسم جلاتی دھوپ
بادِ مدینہ سے ہوا ہے
جاری چشمہ آج

دیکھ خمارِ چشم
شہر مدینہ میں دیکھا
فیض ترے کا رنگ

عامر بیتاب نے اپنی ہائیکو نگاری میں بے تکلفانہ ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے اور ہائیکو کی صنف کے تشکیلی سفر میں اس کے لب و لہجہ کو نعت کی فضا سے ہم آہنگ رکھنے کی خوبصورت کوشش کی ہے۔ اُن کے مساوی الاوزان ہائیکو دیکھئے:

کتنی آسان رہ خُدا نے دی
تیریؑ شفقت کے آسماں نیچے
آلِ آدم سلامتی پالے

روک پایا یزید کب کوئی؟
تیری رحمت کی وہ گھٹا جس میں
بھیگتا آیا ہوں مَیں صدیوں سے

دھڑکنوں میں دورود سن کر میں
جاگ اُٹھا ہوں اور سمجھا ہے
دل پہ تقدیر نے ہے دستک دی

رنگِ دستار پر نہ ہو نازاں
وہ پہن جو پسند ہے اُنؐ کی
''صبغت اللہؒ'' رنگ ہے اعلیٰ

جیسے گرتا ہوا کوئی پتہ
کانپتا ہے ترا' ہر اک دشمن
''فاصلہ تین ماہ کا بھی ہو'

حصہ ربِ کریم کا اپنا
آمنہؓ تیری جھولی کی رحمت
ماں ہے تُوؓ کائنات میں یکتا

آج بھی تیرے سائے میں اُمّت
تیرے پیاروں کا دستِ شفقت ہے
اور ”یَدُاللہِ فُوق اَیُدِیُھِمُ“

اے خدا! رنگِ نعت سے بھر دے
ہائیکو کی زمیں پہ کی ہے کاشت
حسبِ توفیق یہ قلم کاری

اک کرم کی نظر مرے آقاؐ!
شہر کے چاند اور ستاروں کی
روشنی ہے بھٹک گئی رستہ

محاکات، تمثیلیں یا امیجز شاعری کا بڑا وصف ہوتے ہیں۔ ہمیشہ سے محاسنِ شعر میں تمثال گری کی ندرت کو سراہا گیا ہے۔ لفظوں سے تصویریں بنانا، خصوصاً تخلیقی شاعری کا وصف خاص ہے۔ یہ جوہر جتنا نمایاں ہوگا، یعنی لفظوں کے ذریعے جتنی تصویر جاندار بنے گی، شعر اتنا ہی شاندار ہوگا۔ عامر بیتاب نے اس مختصر سی شعری کائنات کی ہئیت میں کچھ تصویریں بنائی ہیں۔ ان میں سے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں:

خوشبو اُس کے گرد
سر پر رحمت کی کرنیں
”صاحبؐ“، جس کے آپؐ

تیرے پاؤں میں
آ جائے جو ذرّہ ریت
سونا ہو جائے

تیرے رَستے پر
جو چشمہ بھی بہہ نکلے
وہ پالے منزل

خوشبوئیں جس سے ساری خوشبو دار
ریگ زارِ حیات میں واحد
آپ ہیں وہ گلاب رحمت کا

دل کی راحت - درودی لمحوں میں
روشنی کی لکیر سی پھیلے
چیر کر کوہِ شب کے سینے کو

کیا زبانِ قلم پہ آیا ہے
رنگِ شہر مدینہ کا اظہار
اُترے کاغذ پہ پھول اور تارے

عامر بیتاب کے مجموعہ ہائیکو 'صل وسلم' کا دوسرا حصہ مسادی الاوزان آہنگ میں ہے فاعلاتن مفاعلن فعلن (بحر) میں ____ اردو کے اکثر ہائیکو نگاروں نے مساوی الاوزان آہنگ کے لئے اسی بحر کو استعمال کیا ہے اس میں کئی طرح کی آسانیاں ہیں مختصر، عام فہم، قاری کی سماعتوں سے معروف، اردو غزل کا یہ بہت معروف آہنگ ہے جس میں ہر شاعر نے بیسوؤں غزلیں، نظمیں لکھی ہیں [دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے (میر تقی میر) جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا (میر درد) دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے (مرزا غالب) عقل گو آستاں سے دور نہیں (علامہ اقبال) وغیرہ وغیرہ]

عامر بیتاب اِس حصہ کتاب میں آہنگ کی غیر مانوس اور مشکل گھاٹیوں سے اتر کر کھلے میدان میں آ گئے ہیں یہاں انہیں کہنے اور قاری کو سننے اور سمجھنے میں کوئی دقّت نہیں ان کی ہائیکو کا یہ حصہ تاثیر کے اعتبار سے منفرد ہے یہ نمونے دیکھئے:

ذہن رکھّے ہزار دروازے
ہے مگر دل کا ایک دروازہ
جو فقط تیریؐ سمت کُھلتا ہے

کیا سراپا ترا کوئی کھینچے!
کون محرم ہے تیریؐ صورت کا
کوئی بھی تو نہیں -- سوائے رب!

تیرےؐ یاروںؓ کی ہوگی کیا عظمت!؟
قیمتی کر دیا ہے ہیروں سے
لمس تیرےؐ نے سنگِ اسود کو

راز یہ رنگِ نور سے ظاہر
آپ نورِ ازل ' علیؑ وہ ذات
وہ جو دروازہ ''شہرِ علم'' کا ہے

معجزہ آپ کا یہ طیبہ میں
وہ لگائی گرہ اخوت کی
جس گرہ کا نشاں نہیں ملتا

انتہائے کمال تیری ذات
اوجِ حدِّ جمال تیری ذات
حشر تک اب ہے ''لانبی بعدی''

ان مثالوں میں سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث نبویؐ سے مضامین اخذ کئے گئے ہیں، صحابہ کرام کا ذکر مبارک ہے، ختم نبوتؐ کی بات ہے انصار مدینہ کے ساتھ مہاجرین مکہ کے بھائی چارے کا ذکر کس نفاست سے کیا ہے ایسی پیوستگی، یگانگت، مختلف شہروں، قبیلوں، تہذیبوں میں پلے بڑھے انسانوں کو ایک ایسے سماجی و دینی رشتے سے باندھ دیا جس رستے میں گرہ کا بھی کوئی نشان نظر نہیں آتا یہ یگانگت مظہری نظر آتی ہے۔ ان ہائیکو کی ایک خوبصورتی ان کا محاکاتی انداز ہے یہ مثالیں دیکھئے:

شاہِ بطحاؐ کی یہ بھی ہے سنت؟
جانا طیبہ کی سمت - حسرت سے
جانبِ کعبہ دیکھنا مڑ مڑ

حرم مکّہ اور حرم نبویؐ سے رخصت کے وقت کی یہ سچی کیفیت ہے جس سے ہر سال کڑوڑوں بلکہ تمام زائرین) گزرتے ہیں کم وبیش ہر نعت گو شاعر نے اپنے کلام میں حرمین سے اپنی الوداعی محسوسات کو قلمبند کیا ہے بقول حافظ لدھیانوی

ؔ اک قیامت گزر گئی جاں پر
مڑ کے جب جانب حرم دیکھا

عامر نے اس دید مکررّ کا رشتہ جو سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑا ہے مَیں اردو نعت کی تاریخ میں (اپنے محدود مطالعے میں) یہ انسلاک پہلی مرتبہ نعتیہ مضامین کا حصہ بنتے دیکھ رہا ہوں۔ عامر نے ہائیکو میں سیرتی واقعات کا اظہار جس پیرائے میں کیا ہے وہ بھی انفرادیت لئے ہوئے ہے۔ یہ دو ہائیکو دیکھئے:

انساں کی معراج
کعبے کا کعبہ ہیں آپ
اور آدم کا ناز

کھو کر تیراؐ در
جو بھی مانگے ہے جنت کو
کافر وہ بد بخت

’صل وسلم‘ کا ایک حصہ جنہیں ’تضمینی ہائیکو‘ کہا جا سکتا ہے اردو کے کلاسیکی اور معاصر شاعروں کے مصرعوں پر لکھے گئے ہیں دوران مطالعہ بعض اوقات ایسے مصرعے سامنے آجاتے ہیں جن کا معنوی قرینہ نعت نما یا نعت آور ہوتا ہے یہ قاری یا شاعر کی نعت دوستی اور محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر ہے کہ بعض اوقات اسے غیر نعتیہ کلام میں بھی نعتیہ عناصر نظر آتے ہیں یا وہ سمجھتا ہے کہ یہ مصرعے نعت کے باطن میں آجائیں تو زیادہ بامعنی ہو جائیں معروف عربی سکالر عبداللہ

عباس ندوی نے ’عربی کا نعتیہ کلام‘ میں ’حق بہ حق دار رسید‘ کے عنوان سے ایک باب ترتیب دیا ہے جس میں ایسے نعت نما اشعار ہیں جو شاعر نے اگرچہ نعت کے عنوان سے نہیں لکھے مگر جن کی شناخت نعت کے حوالے سے زیادہ موزوں نظر آتی ہے۔ مثلاً غالب کا معروف مصرع ؎ ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے یا ؎ زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔ اس طرح فارسی اور اردو قصائد کا ایک نمایاں حصہ ہے جن کے کئی اشعار کی تعبیر نعتیہ کے حوالے سے زیادہ بامعنی اور برمحل لگتی ہے۔ عامر نے کلاسیکی اور معاصر شاعروں کے مصرعوں پر ایسے تضمینی ہائیکو لکھے ہیں۔ چند نمونے دیکھئے:

میر تقی میرؔ

رخ سے کالک اُتر گئی ساری
آپ کی یاد میں بہے یوں اشک
’’لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھری‘‘

غالب

ایسا اولیٰ جہان میں ’’شافع‘‘
شاہ ہو یا گدا ہو اس شہہؐ کا
’’کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند‘‘

احمد مشتاق

’’شاید اسی واسطے ملی آنکھیں‘‘
آن پہنچے ہیں تیری چوکھٹ پر
تو ہماری ہے آخری منزل

فیض احمد فیض

پہلا بے مثل آئینہ ہے آپؐ
میں ادھورا کہ دیکھ کر جس کو
''اپنی تکمیل کر رہا ہوں میں''

عدیم ہاشمی

جب بھی پتّھر کسی نے مارا ہے
وادی طائف کی یاد آئی ہے
''دھند سی چھا گئی ہے آنکھوں میں''

جمیل یوسف

رنگ، خوشبو لئے ترےؐ مہکیں
عمرؓ، صدیقؓ اور علیؓ، عثمانؓ
''میں ہر اک پھولؓ کا تمنائی''

یوں عامر نے اپنے نعتیہ وجدان کا عکس دوسرے شاعروں کے مصرعوں میں منعکس دیکھا اور انہیں ان نعتیہ ہائیکو کا حصہ بنایا۔

بہ حیثیت مجموعہ 'صلِّ وَسَلِّم' کے ہائیکو اردو ہائیکو کی نعتیہ روائت میں ایک خوبصورت اضافہ میں ان کی تخلیق جہاں شاعر کی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا نتیجہ ہے وہاں اس کا مطالعہ قاری کے عشق رسولؐ میں اضافہ کا موجب ہے ضرورت ہے کہ ہمارے شاعر اردو نعت کو نئے نئے اوزان، اصناف، اسالیب سے آشنا کرائیں نعت کے نئے پیرایہ

ہائے اظہار پر بھی توجہ دیں اور صنفی رنگارنگی اور ہیئتی بوقلمونی سے نعت کے دائرہ کو وسعت آشنا رکھیں۔ اللہ عامر بیتاب کی یہ دعا قبول فرمائے:

اے خدا رنگ نعت سے بھر دے
ہائیکو کی زمیں میں کی ہے کاشت
حسب توفیق یہ قلم کاری

شجر کاری کی طرز پر یہ قلم کاری دراصل ثنا کاری ہے اس ہائیکو میں عامر نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کا تلازماتی بہاؤ ’صلِّ وسَلِّم‘ کی تخلیق کے اغراض و مقاصد اور عامر کے جذبات ومحسوسات کی نشاندہی کرتا ہے ہائیکو کی زمین میں قلم کاری دراصل نعت نگاری ہے۔

اللہ سے دعا کہ وہ اس کے اظہار کو نعت کے رنگ سے بھر دے یہاں رنگ اپنے مراد مفہوم میں نعت کا اثاثہ، ورثہ، شرف، پیرایہ، اسلوب، صنفی وہئیتی سرمایہ ہے اور رنگ کے امکان پر سوچتے جایئے اور اس تلازماتی وسعت سے کیف اٹھاتے جایئے۔ اللہ اس کی دعا قبول کرے (آمین) ’صلِّ وسَلِّم‘ پر مَیں اپنے تاثرات کا اختتام اس رباعی پر کرتا ہوں۔

الفاظ ہیں قبلہ رُوْ ہے لَے شائستہ
ماحول کتاب کا ہے کیا پاکیزہ!
’مبروک‘ خلوص سے عزیزی عامر
بیتاب کو ہائیکو کا ہو مجموعہ

◆……◆……◆……◆

حرف حرف بندگی: خالد شبیر

عصرِ حاضر میں اُردو شاعری میں جس صنفِ سخن نے شعراء کی خصوصی توجہ حاصل کی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی نعت شریف ہے۔ یوں تو ہر دور میں یہ صنفِ سخن شعراء اور قارئین کے درمیان باشرف رہی ہے۔ مگر پاکستان کے بعد اس کے اعتبار اور وقار میں معتدیہ اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ روز افزوں ہی نہیں ناقدین کی خصوصی توجہ کا محور بھی رہا ہے۔ گزشتہ عشروں میں نعت کی نصف پر تنقیدی اور تحقیقی کام بھی ہوا ہے اور یوں مقدار اور معیار اور اپنی جملہ خوبیوں اور دل آویزیوں کے سبب یہ صنف آج کی مقبول ترین صنف بن چکی ہے۔ غزل کے شعراء نعت کی طرف آئے ہیں تو نعت کے محاسن اور اسالیب میں طرفہ نادرہ کاری پیدا ہوئی ہے۔

برادم خالد شبیر نے نثر میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''خواب خواب روشنی'' بھی تقریباً پندرہ سال پہلے شائع ہوا۔ وہ عرصہ سے نعت بھی کہہ رہے ہیں۔ بحمد اللہ ان کا نعتیہ مجموعہ بھی مکمّل ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔ نعت کا باب بھی وارفتگی اور شیفتگی کے سبب جُملہ خوبیوں کا حامل ہے۔ نعت کے سینکڑوں مضامین میں سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیؐ اور پیغام و فیضان مبارک پر خصوصی توجہ دی ہے۔ عصر حاضر میں ان موضوعات پر ذکر وفکر، اظہار و بیان کی بہت ضرورت ہے۔ فکری باریکیوں کو انہوں نے خوبصورتی کے ساتھ قلمبند کیا ہے انہوں نے اُمتِ مسلمہ میں اس مرکزی اور اہم ترین مسئلے کی کئی جُزئیات شعری قرینوں کے ساتھ اپنی نعت گوئی کا حصہ بنائی ہیں۔ عصر حاضر میں اس موضوع کو مسلسل بیان کرنے کی اشد

ضرورت ہے۔ خصوصاً نئی نسل کو مسئلہ ختم نبوت سے باخبر رکھنا اہل قلم کی ذمہ داری ہے۔ خالد شبیر نے اپنی نعتیہ شاعری میں اس ذمہ داری کو انتہائی مہارت یکسوئی اور توجہ سے نبھایا ہے۔ ان کے درج ذیل اشعار قارئین کی توجہ کے ہر لحاظ سے مستحق ہیں۔

ہے آپ کی ہی ذات گرامی کہ جس پہ اب
پیغمبری کا سلسلہ انجام پا گیا

سر پر انہیں کے تاجِ نبوت رہے گا اب
خاتم نبوّتوں کی وہی ذات بے گماں

سلسلہ وحی و رسالت کا، ابد تک کے لئے
آپ پر ختم شہنشاہ اُمم ہوتا ہے

بعد ان کے اب کون نبی ہے؟ کس کا نبی اور کیسے نبی؟
ختم ہوئی جب ان پہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

ہے ختم آپ پر ہی نبوت کا سلسلہ
بعد ان کے جو بھی آیا وہ فتنہ ہے یا فتور

ختم الرسل ہیں آپ ہی اس میں نہیں کلام
ہر دم صدا یہ آتی ہے نزدیک و دور سے

خالد شبیر نے کس خوبصورتی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کو نعتیہ شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ پڑھنے والا ہر فرد اس پر انہیں داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اک اینٹ کی کمی تھی نبوت کے قصر میں
آپ آگئے تو ختم یہ تعمیر ہو گئی

آپ کے خاتم النبین ہونے پر جس کو یقین نہیں اس کو کس طرح اور کس خوبصورتی کے ساتھ دین سے باہر قرار دیا ہے۔

خالد نہیں ہے دین سے کچھ اس کا واسطہ
جس کو یقیں نہیں کہ نبوت ہوئی ہے ختم

مجھے یقین ہے کہ ان کی نعت گوئی کا یہ تخصص دوسرے شاعروں کے اظہار پر بھی اپنے مبارک اثرات ڈالے گا اور یوں دوسرے نعت گو بھی اپنے فکری میلانات اور اسالیب کے حوالے سے عصر حاضر میں ختم رسالت کے موضوع کو خصوصی توجہ دیں گے۔

خالد شبیر کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ مبارک سے شیفتگی اور آپ سے والہانہ عقیدت کا اظہار بھی متاثر کرتا ہے۔

دل ہو گداز آنکھ مری اشک بار ہو
جی چاہتا ہے ذکر نبی بار بار ہو

جن راستوں کو چھو گئے نعلین مصطفےٰ
ان راستوں پہ جان فدا دل نثار ہو

درج ذیل شعروں میں شاعر کی دلی کیفیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اُسے حضور اکرمؐ کے ساتھ کیسی عقیدت ہے۔ اس شعر کا جائزہ لیا جائے تو دل سے دعا اور زبان سے داد دینے کے لئے آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔

❖……❖……❖……❖

فیض یاب: فوزیہ انجم

بیسویں صدی کی آخری ربع میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کو جوفروغ اور ترقی ملی ہے وہ اردو نعت کی تاریخ میں مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے قابل ذکر ہی نہیں لائق تحسین بھی ہے ان سالوں میں تخلیق نعت کے ساتھ ساتھ ترتیب وتدوین نعت کا بھی بہت سا کام ہوا مختلف رسائل نے صنف نعت کے جداگانہ نمبر نکالے جب کہ مرتبین اور اہل ذوق نے نعت کے گلدستے اور انتخاب شائع کیے جامعات میں بھی نعت پر تنقیدی و تحقیقی کام ہوا ہے نعت کے باب میں الگ رسالے بھی شائع ہونا شروع ہوئے نعت لاہور (مدیر راجہ رشید محمود) اور نعت رنگ کراچی (مدیر صبیح رحمانی) شائع ہونے والے نعتیہ رسائل ہیں جو بالترتیب ماہانہ اور سہ ماہی اشاعتوں میں تخلیق وتدوین اور تنقیدِ و تحقیقِ نعت کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

شاعرات نے بھی اسی ربع صدی میں نعت گوئی کی طرف زیادہ توجہ کی اور اردو نعت کے اثاثے میں اضافہ کیا بیسویں صدی کے آغاز میں خواتین کی نعتیہ شاعری کی روایت اور آگے بڑھی تخلیقِ نعت کے ساتھ ساتھ صنف نازک کے انتخاب بھی شائع ہوئے جن میں غوث میاں کا انتخاب 'خواتین کی نعتیہ شاعری' ضخیم اور قابل ذکر انتخاب ہے جس میں قدیم وجدید ادوار کی شاعرات کے نمونے شامل کئے گئے ہیں صاحب مجموعہ نعت خواتین کے ساتھ ساتھ متفرق رسائل و کتب سے بھی شاعرات کے نمونے جمع کئے گئے ہیں حال ہی میں علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اردو سے طیبہ احکم کو خواتین کی اردو نعت گوئی کے موضوع پر تنقیدی و تحقیقی مقالہ دیا گیا ہے۔

یہ مختصر سی تمہید فوزیہ انجم کے نعتیہ مجموعے فیض یاب کے جائزہ کے حوالے سے تحریر کی گئی ہے معاصر شاعرات کی صف میں یہ نام نیا ہے مگر نعت کے باب میں ان کے کام کی نسبت سے یہ نام قابل ذکر اور لائق توجہ ہے فوزیہ انجم نے اپنی نعت گوئی کی بنیاد اسی جذبہ عقیدت و محبت پر استوار کی ہے جو تخلیقی نعت کے ہر تجربے کی جان ہوتا ہے یعنی حُبِّ رسولؐ کا جذبہ۔ نعت رسول اکرمؐ محبت کے بغیر تخلیق نہیں ہوتی حقیقی اور سچی نعت گوئی کی شرط اول بھی بقول حفیظ جالندھری محبتِ رسولؐ ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اوّل ہے
جو ہو اس میں کوئی خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

جیسے جیسے حضور اکرمؐ کی ذاتِ والا تبار سے محبت بڑھتی جاتی ہے نعت گو شاعروں کے فن اور اظہار میں اخلاص اور تاثیر کے عناصر بڑھتے جاتے ہیں۔

فوزیہ انجم کی شاعری کے اندر اخلاص کے وہ دیئے جل رہے ہیں جو سچی عقیدت اور والہانہ محبت کی عطا ہوتے ہیں۔ محبت کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کو مختلف اچھے اچھے صفاتی ناموں سے یاد کیا جائے فوزیہ انجم کے پہلے نعتیہ مجموعے فیض یاب کا جائزہ اسمائے رسول مقبولؐ ہی کے حوالے سے لیتے ہیں۔

حضور اکرمؐ کے اسمائے حسنہ کا ذکر اردو نعت کا اہم موضوع ہے آپ کے بے شمار صفاتی نام ہیں ان میں سے کچھ قرآن کریم میں ہیں کچھ احادیث رسول اکرمؐ کے مجموعوں میں۔۔۔ کچھ شعرائے نعت غیر محسوس طریقے پر خود وضع کرتے جاتے ہیں ردیف و قافیہ کی مناسبت سے، مضامین و موضوعات کے قرینے سے، اظہار و بیان اور سب سے بڑھ کر یہ کہ احساس اور تخیل کی نادرہ کاری کے سبب تخلیقی اور سچی نعت میں اسمائے رسول مقبول کا بھی خوبخود اضافہ ہوتا جا رہا ہے بقول شاعرہ۔

رب نے ہر بار پکارا ہے نئے ڈھب سے تجھے
کہیں یٰس کہیں طٰہٰ کہیں طیّب طاہر

فوزیہ انجم کی نعتیہ شاعری میں ملنے والے اسمائے رسول کریمؐ کی یہ فہرست ملاحظہ ہو۔ حبیب۔ آقا۔ شہ دیں۔ ماہ نبوت، سرکار۔ رسول۔ مصطفیٰ۔ مسیحا۔ فخرِ عرب۔ فخرِ عجم۔ خیرالبشر۔ آمنہ کا قمر۔ طاہر۔ مطہر۔ مزّمل۔ مدّثر۔ شہرِ علم۔ شفیع محشر۔ پیمبر۔ بحرِ رواں۔ حضور۔ بوریا نشیں۔ شاہ بطحا۔ احمد۔ فاتح۔ مونس۔ غمخوار۔ شہ ابرار۔ آپؐ۔ بدرالدجیٰ۔ شہا۔ والضحیٰ۔ یٰس۔ مولا۔ لجپال۔ ساقی جہاں۔ حضور۔ چارہ گر۔ منٹھار۔ سرورِ عالم۔ صاحبِ لولاک۔ سرکارِ مدینہ۔ شفیع۔ شافع۔ نبی۔ شۂ ابرار۔ رسول آخر۔ طیب۔ زیست کا عنوان۔۔۔

فوزیہ انجم نے ان ناموں کی مناسبت سے حضور اکرمؐ کی ذات گرامی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے آپؐ کی ذات سے صفات اور صفات سے تلازمات پیدا کئے ہیں اور یوں اپنے نعتیہ مضامین کو لفظ و بیان کا پیرایہ عطا کیا ہے۔

ہر سمت میں ہیں اسم محمدؐ کی برکتیں
سارا جہان آپ کے نام انتساب ہے

خیر البشر نے لاج مری رکھّی اس طرح
ٹکڑوں پہ غیر کے مجھے پلنے نہیں دیا

انجم یہ شاہ بطحا کی چشم کرم ہی ہے
سورج مرے نصیب کا ڈھلنے نہیں دیا

وجود ایسا کہ طاہر ہے اور مطہر ہے
فضا مدینے کی جس ذات سے منور ہے

ان نعتیہ اشعار کی معونیت میں آپؐ کے اسمائے مبارکہ اظہارِ فکر کی بنیاد اور محور و مرکز کا کام کرتے ہیں اور انہی اسماء کے تلازمات کے ذیل میں باقی مضامین نعت اظہار پذیر ہوئے ہیں۔

سلام و درود بھی فوزیہ کی نعت گوئی کا ایک موضوع ہے جو مختلف نعتوں میں مختلف طرح سے اظہار پذیر ہوا ہے اس ضمن میں ایک نعت خصوصیت سے ذکر کے قابل ہے جس کا مطلع ہے۔

سلام اس کی ریاضت پر امیں ہے دشمنوں کا بھی
جسے کافر کہے صادق، سلام اس کی صداقت پر

اس سلام آمیز نعت میں حضور اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور اخلاق حمیدہ کے مختلف پہلوؤں کی مناسبت سے سلام پیش کیا گیا ہے قافیے میں شاعرہ نے امانت، حلاوت، سخاوت، شرافت، عدالت، شجاعت، لیاقت، نبوت، شفاعت، محبت کے الفاظ کو کلیدی الفاظ کی طرح برتا ہے اور ان قوافی کی نسبت سے ہر شعر میں سیرت وفضائل حضرتؐ کے کسی نہ کسی پہلو پر سلام پیش کیا ہے یہ سلام آمیز نعت اس مقطع پر ختم ہوتی ہے۔

یہ دل ہوتا ہے بے قابو وفورِ عشق سے انجم
جو ہم جیسوں کا بھی سوچے سلام اس کی محبت پر

بہ حیثیت مجموعی یہ نعت شروع سے آخر تک سلام کی فضا میں ڈوبی ہوئی ہے اگرچہ قافیہ مصرع کے آخر میں ہے اور 'سلام اس پر' ہر مصرع ثانی میں قافیہ سے پہلا آتا ہے مگر یہ ٹکڑا ردیف کی طرح مؤثر بن گیا ہے اور اپنے تسلسل کی وجہ سے پوری نعت میں سلام کی کیفیت کو بڑھاوا دیتا ہے۔

سادگی' فوزیہ انجم کی نعت گوئی کا نمایاں وصف ہے ان کی نعت کے مصرعے، سلیس، عام فہم اور رواں دواں ہوتے ہیں پھر یہی مصرعے نعت کی فضا میں سادگی و سلامت کے عناصر کو ابھارتے ہیں اور یہی نعتیں مل کر ان کے نعتیہ دیوان کو سادگی و سلاست اور روانی اظہار کی خصوصیات عطا کرتے ہیں یہ شعر دیکھئے:

انوار کی کثرت ہو جائے
سرکار عنایت ہو جائے

پلکوں سے ادا ہو جائے نماز
اشکوں سے تلاوت ہو جائے

ہر سانس درود و سلام پڑھوں
پختہ یہی عادت ہو جائے

اذنِ طیبہ ملے اور راحت ہے کیا
آپ کا دَر ملے اور جنت ہے کیا

شیریں ہونٹوں سے اپنے صدا دیجئے
میرے ہونے کا اللہ پتہ دیجئے

لَو محمدؐ سے جب سے لگا لی
ہم نے بھی اپنی قسمت بڑھا لی

اسی سادگی کے سبب ان کے بعض نعتوں میں عوام الناس کے لئے دلچسپی کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں ان کی یہ نعتیں عوامی حلقوں میں پڑھی جانے والی نعتوں کے قریب اور ہم انداز ہیں مثلاً یہ مطلعے ملاحظہ ہوں۔

محبوب کی فرقت میں دل اپنا لگاتے ہیں
مت پوچھ ری دنیا! ہم کیوں اشک بہاتے ہیں

سرکار کی آمد کا ہم جشن منائیں گے
اشکوں کے نگینوں سے روحوں کو سجائیں گے

گنبد کا حسیں نقشہ آنکھوں میں جمائیں گے
خوشبو تری گلیوں کی سانسوں میں بسائیں گے

ان نعتوں کی نغمگی، روانی، عام فہم اسلوب، مروجہ زمینیں ____ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے سبب یہ نعتیں پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں تاثیر کا جادو جگاتی ہیں۔

فوزیہ انجم کی نعتوں میں والہانہ پن، عقیدت و محبت کی سرمستی، انہماک و توجہ اور جذب و خلوص کا جو ہر قابل ستائش ہے انہوں نے عام رنگ نعت کے ساتھ خاص اندازِ نعت پر مشتمل نعت پارے بھی تخلیق کئے ہیں جو پڑھنے والوں کے قلوب کو منور کرتے اور ان کے اذہان کو مہکاتے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار دیکھئے:

جو ان کی محبت میں مری آنکھ سے ٹپکا
عصیاں کی سیاہی اسی اک قطرے نے دھو لی

رحمت جو تری ہے وہ دو عالم کی رِدا ہے
تجھ سا کوئی دیکھا ہے نہ سوچا نہ سنا ہے

ہر سمت میں ہیں اسم محمد کی برکتیں
سارا جہاں ہے آپ کے نام انتساب سا

بارگاہِ شۂ بطحا میں ہوئی
دل کی شنوائی زباں سے بڑھ کر

دکھڑا کہنے کی ضرورت ہی نہیں
خامشی بھی ہے فغاں سے بڑھ کر

ان کو چاہا گیا اس دنیا میں
ہر نہاں اور عیاں سے بڑھ کر

آپ کی دید کے میں جو لائق نہیں
آقا آنکھیں نئی، دل نیا دیجئے

یہ اشعار کسی بھی انتخاب نعت میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔

بہ حیثیت مجموعی فوزیہ انجم کا یہ نعتیہ مجموعہ نقشِ اوّل ہوتے ہوئے بھی مہارت اور پختگی کا مظہر ہے فیض یاب، کرششِ محض نہیں اس سے کچھ آگے کی چیز ہے توفیق کے بغیر نعت کے شاعروں کو ایسی نعتیں نہیں ملتیں جو تاثیر اور اخلاص کی آنچ سے تخلیق ہوتی ہیں۔

فوزیہ انجم نے اپنی نعتیہ شاعری میں کہیں کہیں تاثیر اور اخلاص کے ایسے مقامات کو چھوا ہے جہاں قاری فیض یاب پڑھتے ہوتے رقّت وگداز کی ان سرشاریوں میں چلا جاتا ہے جو نعت کے مطالعات کا حاصل ہوتی ہیں یہاں پہنچ کر دہ شاعرہ کا ہم دعا ہو جاتا ہے کہ

خود نعتیں سنیں وہ انجم کی
حاصل یہ سعادت ہو جائے

◆……◆……◆……◆

قمر یٰسین کی نعت گوئی

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یٰسین قمر کا تعلق فطری ہے انہوں نے نعت کے فروغ کے لئے جو کام کیا ہے وہ ایک جداگانہ مقالے کا متقاضی ہے انہوں نے واربرٹن میں کئی سال پہلے سالانہ مجلس نعت کے انعقاد کی روائت کا آغاز کیا۔ محترم حفیظ تائب کی نگرانی میں قائم کی گئی اِس مجلس کا انتظار سارا سال لوگوں کو رہتا ہے اس اجتماع میں پاکستان بھر سے نعت خواں اور نعت نگار شامل ہوتے ہیں۔ ملک بھر کے کم وبیش تمام اہم اور معروف نعت خواں اس میں شرکت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

واربرٹن اور اردگرد کے نعت دوست ہی نہیں دور دراز سے اس اجتماع میں شریک ہونے کے لئے اہل ذوق آتے ہیں۔ قرعہ اندازی کے ذریعے بیسوؤں انعامات کے علاوہ اس میں عمرے کے ٹکٹ کا بھی اعلان کیا جاتا ہے ان دنوں ایسی روائت ہر شہر میں عام ہے مگر پاکستان میں واربرٹن کی مجلسِ نعت کو یہ افتخار بہت پہلے سے حاصل ہے۔

قمر کی نعت گوئی کا آغاز اسی مجلس کی سرگرمیوں سے ہُوا۔ سال بہ سال نعت خوانوں اور نعت نگاروں سے ملاقاتوں نے اُس کے ذوقِ نعت کی آبیاری کی اور آج قمر خود ایک نعتیہ مجموعہ لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ قمر کا ذوقِ نعت شہرت طلبی اور نمائش سے بہت دور ہے۔ اس کے مزاج کا دھیما پن، اُن کی سلیم الفطرتی اور اہلِ نعت سے اُن کی محبت اور اُن کا احترام قمر کے وہ روّیے ہیں جن

کے سبب اُن کی شخصیت میں گرویدگی کے عناصر پیدا ہو گئے ہیں۔ نعت کی صنف اور صاحبؐ نعت سے ان کی شیفتگی کا اظہار ان کی نعت کا نمایاں وصف ہے۔ انہوں نے نعت میں غزل کی کلاسیکی شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس صنف کو مدینہ آشنا کیا ہے۔ مدینہ شہر سے ان کا تعلق ان کی ہر نعت میں جھلکتا ہے۔ ان کی نعت اظہار کے اس قرینے سے آشنا ہے جو نعت گوئی کے لئے ضروری ہے ان کی طبیعت کی شائستگی ان کی نعت میں بھی نمایاں ہے انہوں نے سلاست و سادگی سے اپنے جذبات کا اظہار نعت میں اس والہانہ پن سے کیا ہے۔ جس سے قاری کے مزاج میں بھی نعت دوستی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ان کے نعت میں موضوعات کا تنوع ہے کم وبیش نعت کے سبھی نمایاں موضوع ان کی نعتوں میں نظر آتے ہیں۔

نعت کا فن جس احتیاط و احترام کا تقاضا کرتا ہے قمر اس سے واقف ہیں ان کی نعت گوئی میں سبھی مسالک کے لئے خیر سگالی کے جذبات ہیں۔ اہلِ بیت اطہار اور صحابہ کرام کی محبت سے انہوں نے اپنی نعت کی تزئین کی۔

نعتِ رسولِ اکرمؐ اردو کی واحد شعری صنف ہے جو تخلیق کے بے شمار محرّکات رکھتی ہے۔ حضور اکرمؐ کی سیرت کا کوئی پہلو، قرآن کریم اور دینِ اسلام کی کوئی بات، مدینہ کا کوئی تلازمہ، گنبد خضرا یا دیگر مناسبات مسجدِ نبویؐ کا کوئی اشارہ یا ذکر، اس نعت شعار قمر کو نعت کے ماحول میں لے جاتی ہے اور اس کا ہمہ وقت آمادۂ نعت ذہن تخلیق نعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یٰسین کا یہ سیدھا سا شعر دیکھئے

؎ طیبہ کا ذکر چھڑا ہے دیکھو
بات سے نعت نکلتی جائے

آزاد سلسلہ کلام اور تلازمات کی کبھی ختم نہ ہونے والی وسعتیں اس بظاہر سادہ سے شعر سے نکلتی ہے۔ ربط در ربط، پرت در پرت، تذکارِ طیبہ کرتے جائیں ایک جہانِ نعت آپ کے سامنے کھلتا جائے گا اور نعت کے کبھی شمار میں نہ آنے والے موضوعات آپ کے سامنے آتے جائیں گے۔

اب یہ شاعر پر موقوف ہے کہ وہ اس ساعتِ تخلیق میں کس موضوع کا انتخاب کرتا ہے یا پہلے شعر کی تکمیل کے بعد اس کو ردیف و قافیہ کس طرف لے جاتے ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے نعتیہ خیالات آتے نہیں نعت کی کیفیت میں خود بخود ڈھلتے جاتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے

اسم سرکارؐ کو لکھتے جائیں
اور تحریر نکھرتی جائے

سوچتے جائیں مدینے کا قمر
اور ہر چیز بدلتی جائے

یٰسین قمر نے اپنی نعتوں میں کئی نئی زمینیں تخلیق کی ہیں اور ان شعری زمینوں میں بڑے خوبصورت شعر نکالے ہیں۔ اس کے یہ مطلع دیکھئے:

کسی شاعر کی جدت طرازی کا ایک حوالہ اس کے کلام میں مستعمل زمینوں سے ہوتا ہے۔ شعر کی زمین جتنی جدید ہوگی اس میں نادرہ کاری کے اتنے ہی امکان ہوں گے خصوصاً قافیہ اور ردیف کی ہم آہنگی شاعر کو کئی نئے موضوعات کا راستہ سجھاتی ہے۔ یٰسین قمر نے اپنی نعتوں میں کئی ایسی زمینیں نکالی ہیں جو ان کی نعت رسول اکرمؐ سے عقیدت و محبت کی ترجمانی کے ساتھ نعت نگاری کے جدید رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان کی نعتوں کے یہ مطلع دیکھئے:

کرم بھی خصوصی، عنایت خصوصی
ملی حاضری کی اجازت خصوصی

فکر کو ہو گیا توصیف کا سامان عطا
پھر ہُوا مجھ کو نئی نعت کا عنوان عطا

جس کے دم سے رخ امکاں چمکا
وہ ستارہؐ، سرِفاراں چمکا

نہیں ممکن مکمل نعت کہنا
دلا! پھر بھی مسلسل نعت کہنا

جہاں آباد ہے میرا عنایاتِ پیمبر سے
عجب تسکین ہے دل میں مناجاتِ پیمبر سے

کاش اس طرح سے ہو فکر کی تکوین‘ آمین
میرے الفاظ کی فرمائیں وہ تحسین آمین

قمر نے ان اور اس طرح کی کئی تازہ زمینوں میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے نشاندہی کی ہے۔ شاعر کی بڑی کامیابی زمین کا انتخاب ہی ہے نعت کے مضامین و موضوعات کے لئے قمر نے جو زمینیں منتخب بلکہ تخلیق کی ہیں ان کی امکانی فضا جدّت کے امکان لئے ہوئے ہے۔ قمر نے ان مطلع والی غزلوں میں جو شاعری کی ہے وہ دلاویز ہونے کے علاوہ نکتہ آفریں بھی ہیں ان میں قافیہ کا کلیدی کردار ہے۔ عنایت، سامان، امکاں، مکمل، عنایات اور تحسین کے قوافی کے ساتھ۔

نعت کی صنف میں مدینہ منور سے ہزاروں تلازمات ظہور پذیر ہوئے ہیں، ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔ اِس کو قریہ حسن و خوبی، شہر خنک، معمورۂ برکت، احترام آبادِ طیبہ، جیسے کئی مبارک ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدینہ کی یاد، فضا، ماحول اور حاضری سے ہر دور کے نعت نگاری نے ہزاروں مضامین کشید کئے ہیں ہر ایک کی حاضری اور وہاں سے رخصتی کے اپنے اپنے مشاہدات، محسوسات اور تجربات ہیں۔ قمر کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

آپؐ میں آرام فرما تا قیامت اس جگہ
کس قدر ہے خیر آورٔ قریۂ خیر البشرؐ

پُر نور ہوئے اس کے دل کے آفاق
سرکار دو عالم کا جو ہے مشتاق

ہر گام ہے وہ سرورِ دیںؐ کی نگاہ میں
جو جو بھی خوش نصیب ہے طیبہ کی راہ میں

بوبکرؓ اور عمرؓ کہیں عثمانؓ اور علیؓ
تھے کیسے کیسے لوگ نبیؐ کی سپاہ میں

یہ بے نوا ہو روزِ جزا اے مرے خدا!
محبوبِ کائناتؐ کی رحمت پناہ میں

بہ حیثیت مجموعی یٰسین قمر کی نعت گوئی مؤثر نعتیہ منظر نامے میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ مَیں انہیں ان کے پہلے مجموعہ نعت پر مبارک باد دیتا ہوں اور اس رباعی پر اپنے تاثرات کا اختتام کرتا ہوں۔

مبروک بہت تجھے ثنا خو نعتیں
سرکارؐ کی حُب فزا، کرم جُو نعتیں
کیا خوب، ہیں تاثیر سے معمور سبھی
یٰسین قمر کی یہ حرم رو نعتیں

◆……◆……◆……◆

برلبِ حُسنِ ازل: محمد نواز ایمنؔ

میاں محمد نواز ایمنؔ پنجابی اور اردو کے ان شاعروں میں سے ہیں جنہوں نے شاعری کو زندگی بنایا ہوأ ہے۔ وہ شاعری کی فضا میں یوں رہ رہے ہیں جیسے آدمی زندگی بسر کرنے کا اہتمام کرتا ہے ان کی شاعری میں جذبات کا وفور ہے۔ اظہار و اسالیب کے سانچے ان کے لئے ان ظواہر کی طرح ہیں جن پر عام طور پر صاحبانِ حال زیادہ توجہ نہیں دیتے ایمنؔ کی شاعری کا مرکزی موضوع عشق محبت ج ءوی واردات ہیں جن کا سلسلہ خالق سے مخلوق تک پھیلا ہوأ ہے۔ انہوں نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں اسی موضوع پر شاعری کی ہے۔ ان کے اظہار میں ایک سرمستی اور وارفتگی رہی ہے اور یہی ان کے کلام کی پہچان ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ ان کی اردو نعتوں پر مشتمل ہے اور ان کے دوسرے کلام کی نسبت محتاط قرینے کا حامل ہے ان کے نعتیہ موضوعات میں سرورِ کائنات، حضور اکرمؐ سے محبت اپنی پوری نسبتوں اور کیفیتوں کے اظہار کیلئے کوشاں ہے۔ آپؐ سے محبت آل اطہار اور اصحاب پاک سے عقیدت کو اس نعتیہ کلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ایمنؔ کا یہ نعتیہ اثاثہ زیادہ تر غزل کی فارم میں اظہار پذیر ہوأ ہے۔ تاہم انہوں نے کہیں کہیں شاعری کی دوسری اصناف میں بھی نعتیہ واردات اور محسوسات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کے ابتدائیہ میں انہوں نے اپنی سوانح کے چند اہم گوشوں سے پردہ اٹھایا ہے اور اپنی شاعرانہ زندگی کے احوال کے حوالے سے کچھ ایسی معلومات دی ہیں جو ان کے زندگی کی

شعر و شاعری سے رغبت نعت رسول اکرمؐ کی طرف ان کے میلان اور ان کے سیر و سلوک کے تجربات کے تجربات پر مختصر انداز میں روشنی ڈالتے ہیں ایمنؔ نے اپنی فکری اور شعوری زندگی کا بڑا حصہ شعر و شاعری میں گزارا یہ ابتدائیہ ان کی سوانح اور فن کے حوالے سے دلچسپ ہی نہیں بلکہ معلومات افزاء بھی ہے۔

ایمنؔ کی پنجابی شاعری کی طرح ان کا اردو کلام بھی نعت، منقبت، صوفیانہ افکار اور عرضانیات کے موضوعات لئے ہوئے ہے ان کا میلانِ طبع شہرت گریز اور ہجوم بیزار سادگی اور فطرت لئے ہوئے ہے اسے آپ ان کی شاعرانہ درویشی یا فقیری سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس دور میں جب نئے شاعر تھوڑا سا کلام لکھ کر شاعری کے بلند آہنگ دعوے کرنا اپنا حق اور معمول جانتے ہیں۔ ایمنؔ نے بہت کچھ کہہ کر بھی اپنے فن کے اظہار میں ایک باوقار نرم روی اختیار کی ہے جو یہ ایک سچے شاعر کی نشانی ہے۔ بقول شاعر

ماہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

نواز ایمنؔ کی ساری شاعری بھی حدیث یار کی تکرار کی شاعری ہے اس حدیث کی گردان انہوں نے اس تواتر اور تسلسل سے کی ہے کہ بعض اوقات ان کا تخلیقی وفور ان کے فن کی گرفت سے نکلتا محسوس ہوتا ہے۔ ایمنؔ کی نعتیہ شاعری میں فردیت اور جاں سپاری کے جذبات رسمی نہیں تخلیقی اور حقیقی سطح لئے ہوئے ہیں ان کے لئے نعت گوئی واردات کا قرینہ لئے ہوئے ہے ان کے شاعرانہ جذبات کے اندر محبت کی ایک ایسی لپک موجود ہے جو انہیں نعت کے مرکزی محبوبِ حضور اکرمؐ کی عقیدت و محبت کے بے کراں عالموں کے سائز و سفیر بنائے رکھتی ہے یہ اسی عقیدت و محبت کا فیضان ہے جس نے ان کے نعت گوئی میں والہانہ پن اور محوّیت کے عناصر پیدا کئے ہیں۔

نعت کے بارے میں شاعر کی اوّلین اور آخری کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اپنی عقیدت و محبت کی ترجمانی بھی بہتر سے بہتر پیرائے میں کرے اور اپنے فنِ نعت کو نکھارنے کے لئے اپنی راتیں سحر کرے۔ نعت کا فن واقعی تلوار کی دھار پر چلنے کا نام ہے۔ بقول عرفی شیرازی

عرؔفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا ست
ہشدار کہ وہ بردمِ تیغ است قدم را

الفاظ، قوافی، ردیفیں، زمینیں سب کے انتخاب میں ایک محتاط روّیے کی ضرورت ہے۔ اظہار کے پیرائے میں بھی ایک نیا پن، تازگی اور نادہ کاری ہو تو نعت کا لب ولہجہ معاصر اسالیب کے قریب آجاتا ہے۔

قبلہ حافظ لدھیانوی، صوفی فقیر افضل اور حفیظ تائب سے بیسیوں نہیں سینکڑوں مرتبہ اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے کہ نعت کے اسالیب کو ہمہ پہلو جدید سے جدید بنانے کیلئے ہر نعت گو کو ہمہ وقت کوشاں رہنا چاہیے۔ نعت کے موضوعات طے شدہ ہیں۔ قرآن کریم سیرت رسول اکرمؐ احادیث مبارکہ اور دوسری کتبِ سیّر کی روشنی اور تفاسیر میں یہ طے شدہ مضامین بھی روز افزوں وسعت لئے ہوئے ہیں۔ ہر نیا دن ہر نئی واردات ہر نیا تجربہ اسی آئینے کا ایک نیا عکس حساس اور رو بہ مدینہ رہنے والے شاعر کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کہ وہ شاعر کو اس باب میں کوئی نیا مضمون سمجھا دے۔

بقول کسے:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

نعت میں پیرایہ اظہار، اسلوب اور زمین کے انتخاب میں ممکن حد تک کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ خیال کی تازہ کاری بعض اوقات اسلوبِ اظہار کی تازہ کاری سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ نعت گو شاعر کی کامیابی ہے کہ وہ آغازِ کار ہی میں تازہ لب ولہجہ کے حامل ایسے پیرائے کا انتخاب

کرے جس میں اظہارِ تازہ کے وسیع امکانات موجود ہوں میں نے اس حوالے سے ایمن کی نعت گوئی کا سرسری جائزہ لیا تو ان کے نعتیہ اشعار کے کئی اوّلین مصرعے اس تازہ کاری کے حامل نظر آئے مثلاً یہ مصرعے دیکھئے۔

؎ ہر حرف ترا جلوہ ہر لفظ ترا نقشہ (نیا/رکھا وغیرہ قافیے)
؎ اُٹھتی ہے نظر جس دم جلووں کی طلب لے کر (شب/سب وغیرہ قافیے)
؎ ہوتا ہے تجسّس میں جب ذوق یقیں پیدا (زمیں، جبیں وغیرہ قافیے)
؎ موجود و عدم سب کو بخشا ہے غنا جس نے (خدا، ولا، دعا وغیرہ قافیے)

یہ صرف ایک نعت کی موجود زمینیں ہیں۔ اب شاید اس بات کا ایمنؔ صاحب کو بھی علم نہیں کہ ان کی بیسیوں نعتوں کے اشعار کے مصرعہ ہائے اولیٰ میں کتنی نادرہ کاری کے امکانات ہیں۔

اختیار جب سے کی نعتِ حضرتِ ولا
ہے ورق ورق نوری لفظ لفظ اجیالا

بے شک اک وہی تو ہے وجہ ٔ کُن فکان جو ہے
اور کون خلقت میں اس سا اکمل و اعلیٰ

تو شفیع اُمّت کا حشر و نشر کے ہنگام
عرصۂ قیامت میں عاصیوں کا رکھوالا

تیرے اسم سے صیقل آئینۂ موجودات
اور عکسِ امکانات تیری ذات کا ہالہ!

نورِ رب کا مظہر ہے تو بزرگ و برتر ہے
ساری خلق سے افضل ساری خلق سے اعلیٰ

شاہ! اُجال دے اس کو اپنی اک توجہ سے
دل کا اجلا آئینہ ہو گیا ہے مٹیالا!

نیک نام وہ بندی ہے ریاضؔ دنیا میں
جس نے اپنی طبع کو اس کے اُسوہ میں ڈھالا

دیکھیں ابھی بات اسی پر ختم نہیں ہوئی اس نعت سے کچھ اور تازہ زمینیں بھی حاصل کی جا سکتی ہیں سیدھے مصرعوں میں بھی اور ان کی ترتیب الٹ کر بھی مثلاً

؎ اشکوں سے جو دھو ڈالے راتوں کا سیہ چہرہ (سیہ، نگہ، پنہ وغیرہ قوافی)

؎ جو ذوق تجسّس کو رکھتا ہے، تہہ و بالا (مالا، پالا، والا، اعلیٰ، مٹیالہ، اجیالا وغیرہ)

؎ آیات جو سانسوں کی لکھتا ہے رگ و پے پر (شے پر، نے پر وغیرہ)

؎ مجھ پر جو اترتی ہیں الفاظ کی انجیلیں (سی لیں، جی لیں، پی لیں وغیرہ)

؎ گر اذنِ سفر دے دوں افکارِ کلیمی کو (حلیمی کو، سلیمی کو وغیرہ)

؎ راتوں کا سیہ چہرہ اشکوں سے جو دھو ڈالے (بھگو ڈالے، پرو ڈالے وغیرہ)

؎ مت روک تو ایمنؔ کو اصنام پرستی سے (ہستی سے۔ بستی سے وغیرہ)

اور زیادہ غور کریں تو ایمنؔ کی پہلی نعت سے دس پندرہ خوبصورت اور دلآویز نعتیہ زمینیں برآمد ہوتی ہیں معروف صوفی شاعر بھیک جی کا کیا خوبصورت دوہا ہے۔

بھیکا بھُوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ نہ کھولن جانتے اس بدھ بھئے کنگال

باذوق قارئین کے لئے اس کتاب میں بہت کچھ ہے ان نعتوں کو مختلف حوالوں سے دیکھئے اور اس امکانی توسیعی تخلیقی عمل کا سامان تلاش کیجئے۔ آخر میں ایک رباعی ایمنؔ صاحب کی نذر میں

فردوس کیا ثناؤں کے گلشن کو
کیا رنگ لگے ہوئے ہیں اس کے فن کو
ہر نعت حضور کی وِلا سے لکھی
مبروک یہ مرتبہ نواز ایمنؔ کو

◆……◆……◆……◆

طرحی نعتیہ مشاعرہ: اشفاق ہمذالی

عہدِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فروغ کی ایک بڑی وجہ نعتیہ طرحی مشاعرے بھی ہیں۔ معاصر نعت کے حوالے سے یہ ایک جداگانہ موضوع ہے جو باقاعدہ ایک سندی مقالے کا موضوع ہے نعتیہ طرحی مشاعروں کا آغاز کب ہُوا؟ اس کے محرکات، ان مشاعروں کی نوعیت، مختلف شہروں میں مختلف انجمنوں اور اداروں کی (اس بارے میں) خدمات، ان مشاعروں کی رودادنگاری اور ان میں پڑھی جانے والی نعتوں کے مطبوعہ گلدستے! اس باب میں گزشتہ نصف صدی کے مشاعروں میں پڑھی اور ان کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کا سرسری تذکار ____ یہ اور اس انداز کے کئی ذیلی موضوعات ہیں جو اس مقالے کے دائرہ تحقیق وتنقید میں آسکتے ہیں۔

ایک محتاط تو نہیں سرسری اندازے کے مطابق میرے خیال میں کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور دوسرے کئی شہروں میں بیسوؤں انجمنیں ایسے ماہانہ مشاعروں کے انعقاد کا بندوبست کرتی ہیں (اس عشرے سے نہیں گزشتہ کئی دہائیوں اور سالوں سے) ____ بعض انجمنوں کی طرف سے تو ایسے مشاعرے کئی سالوں سے ہورہے ہیں۔ مجھے گزشتہ سال اسلام آباد کی ایک ایسی انجمن کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرے کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی وہاں بتایا گیا کہ یہ اس انجمن کا تین سو تیرھواں نعتیہ مشاعرہ ہے گویا

قریباً چھ سالوں سے بغیر کسی تسلسل کے اس انجمن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت موجود ہے اسی طرح انجمن فقیران مصطفٰے فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت بھی دس سال سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ہے ____ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ نعتیہ طرحی مشاعروں کی روایت تحقیق طلب موضوع ہے۔ مَیں نے صرف اس کی نشاندہی کی ہے اس موضوع پر تفصیلی مطالعے سے کئی باتوں کا سراغ ملے گا مثلاً

۱۔ یہ روایت کتنی پرانی ہے؟

۲۔ اس کا آغاز کس شہر، انجمن سے کب ہُوا؟

۳۔ ایسے شاعروں میں طرحی مصرعوں کی نوعیت کیا ہے، یہ مصرعے کلاسیکی نعت گو شاعروں کی معروف زمینوں سے لئے گئے ہیں یا غزل کے معروف مصرعے ہیں جن کو نعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ مشاعرے میں دعوت سخن کے لئے دی جانے والی طرح کے ساتھ دی جانے والی گنجائش، تصرفات اور ہدایات کیا تھیں مثلاً ایسے مشاعروں میں سالم طرح مصرع کی بجائے بعض جگہ پر یہ گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر اپنی مرضی سے قافیہ بدل سکتے ہیں۔ بعض جگہوں پر صرف ردیف کا التزام روا رکھا جاتا ہے۔ اسلام آباد کے جس نعتیہ مشاعرہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں محترمی حفیظ تائبؒ صاحب کی معروف نعت: ؎ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ ____ پر دعوت سخن دی گئی تھی مگر قافیے کے تعین کے بغیر اس میں محض ردیف ____ 'اوصاف حمیدہ' کا التزام ضروری تھا مشاعرے میں شامل شاعروں نے جس بھی بحر، قافیہ و آہنگ میں نعت لکھی اس میں

اوصاف حمیدہ پر اپنے مصرع ثانی کا اختتام کیا یہ شائد اس لئے کیا گیا کہ اگر حفیظ تائب کی نعت کا اتباع کیا جاتا تو دیدہ، شنیدہ، جریدہ وغیرہ کے قوافی کم پڑتے اگر اوصاف کو قافیہ بنایا جاتا تو کہنے والے کو اور مشکل پیش آتی ایک تو اوصاف کے قوافی صاف، صحاف، وصاف، شفاف وغیرہ کم ہیں نیز ترکیب کے التزام سے شاعروں کو اور بھی مشکل پیش آتی ــــــ ترے مرے، کہے سنے کا قافیہ رکھا جاتا تو کہنے والے کے لیے آسانی تھی اور اوصاف حمیدہ کی ردیف کے ساتھ نعت کا قرینہ بھی موجود تھا ــــــ مگر منتظمین مشاعرہ نے اوصاف حمیدہ کے الفاظ کو ہی ردیف کے طور پر لازم قرار دیا سو مختلف شاعروں نے جس کسی بحر میں بھی طبع آزمائی کی اس میں آخری جزو مصرع اوصاف حمیدہ ہی کو قرار دیا ــــــ

اشفاق ہمذالی کی زیر نظر کتاب کے حوالے سے بات طویل ہوگئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن طرحی نعتیہ مشاعروں کی روائت میں فی زمانہ روا رکھے جانے والے تصرفات کو سمجھنے کے لئے اس تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ ان تصرفات کے سبب طرحی مشاعرہ اتنا کاٹ دار نہیں رہتا جتنا شاعر کے اصل قافیہ، ردیف اور بحر کے التزام کے ساتھ ہوتا تھا یا ہوتا ہے ــــــ یہ گنجائش شاملِ مشاعرہ' شاعروں کی آسانی کے لئے پیدا کی گئی مگر اس سے وہ لطف جاتا رہا جو سامع کو کسی قافیے کے استعمال سے ملتا ہے مختلف شاعروں کے پرانے گلدستوں میں ایسی، بوقلمونی اور تنوع کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں شعری ذوق جن سے نہ صرف حظ اٹھاتا ہے بلکہ شعر کہنے کے بہت سے اسلوب اور 'قافیہ زنی' (قافیہ پیمائی نہیں) کے انداز بھی سمجھتا ہے اگر آپ شاعر کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مصرعے کے کسی لفظ کو قافیہ بنالے تو پھر طرحی مشاعرہ کے ایک اہم تاثر (کہ کس نے کس قافیے کو کیسے برتا؟) سے سامعین محروم ہو جاتے ہیں۔

اشفاق ہمدانی کی یہ کتاب ایک ایسے ہی نعتیہ مشاعرے میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے اس میں شاعروں کو نعت لکھنے کے لئے جو طرح مصرع دیا گیا وہ اشفاق ہمدانی کے درج مطلع کا دوسرا مصرع ہے:

؎ شہر طیبہ کی بہاروں کو سلام
سبز گنبد کے نظاروں کو سلام

اس مصرع میں قافیہ کے انتخاب کو نعت نگار کی مرضی پر کھلا چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہم اس مشاعرہ میں شامل نعتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس میں قریباً ۴۸ شاعروں نے حصہ لیا (قریباً اس لئے کہ کچھ شاعر مشاعرہ میں شریک نہ ہوئے تھے انہیں نے ہمدانی صاحب کو اپنی نعتیں بعد میں بھجوائیں جن میں راقم بھی شامل ہے)

اگر اس طرح مصرع پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس میں تخلیقی آزادہ روی کی گنجائش بہت کم ہے ایک تو اس مصرع کی بحر بہت چھوٹی ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (سبز گنبد کے نظاروں کو سلام) دوسرے اس میں تصرفات کی بھی گنجائش زیادہ شعر افزا نہیں ____ سو شاعروں نے اس طرح پر نعتیں کہتے ہوئے اپنے مزاج اور حاصل کردہ سہولتوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس کی درج ذیل شکلیں سامنے آئی ہیں۔

۱۔ اکثر شاعروں نے مصرع کے عین مطابق نعتیں لکھیں۔ یعنی بہاروں، شہ سواروں کے قوافی اور ’’کوسلام‘‘ ردیف استعمال کیا، ایسی نعتوں کی تعداد ۳۶ ہے۔

۲۔ ایک نعت میں قافیے میں آزادی حاصل کی یعنی بہاؤں، جلوؤں وغیرہ قافیے استعمال

گئے۔

۳۔ ....چندشاعروں نے قافیہ وردیف کا تکلف ختم کر کے مصرع کو غیر مردّف طور پر استعمال کیا یعنی سلام، شام، مقام، دوام وغیرہ کے قوافی ہی کو ردیف کے طور پر برتا۔ ایسی نعتوں کی تعداد سات ہے۔

۴۔ کچھ نعتوں میں قافیہ 'نظاروں کو بدل' کر طرح مصرع ہی میں سے ہو، کو قافیہ مان لیا ہے یوں تو، جو، کو کے قوافی استعمال کئے ہیں۔

۵۔ ایک نعت نگار (ریاض احمد قادری) نے از راہ محبت وشوق اس طرح پر چھ نعتیں کہی ہیں۔

ان نعتوں کا بہ حیثیت مجموعی مطالعہ معاصر نعتیہ منظر نامے میں نعت نگاری سے وابستہ شاعروں کے روز افزوں شوق کی نشاندہی کرتا ہے نیز شاعروں نے بہت ہی محدود شعری فضا میں جس بوقلمونی اور رنگارنگی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے اوصاف اور آپؐ کی سیرت طیبہ سے عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے وہ معاصر نعت میں فکر کے کئی در کھولتا ہے چھوٹی اور سادہ سی زمین میں 'سلام' کے التزام کے ساتھ کہی گئی ان نعتوں کا مرکزی موضوع اگرچہ سلام ودرود کے ذیل میں آتا ہے اور یوں ایک اعتبار سے تمام نعتیں، سلام کی کیفیت سے مربوط ہو گئی ہیں۔ دستیاب نعتوں میں سلام کے علاوہ نعتیہ موضوعات کی دوسری جھلکیاں بھی ملتی ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے۔

مرحبا! اے مسجدِ ختمُ الرُّسلؐ
تیرے گنبد کو ، مِناروں کو سلام

اے مدینہ! خِطّۂِ رشکِ جَناں
تیرے کھیتوں ، مَرغزاروں کو سلام

با پیادہ ہیں چلے جن پر حضورؐ
تا ابد ان رہگزاروں کو سلام

مصطفٰےؐ خیرالوریٰؐ کے دیس کے
کوہساروں، ریگزاروں کو سلام

ہیں جو اُن کے شہر پر سایہ فگِن
ہو مرا ان ابر پاروں کو سلام

ہیں مواجہ پر جو محوِ اِنتظار
زائریں کی اُن قِطاروں کو سلام

جن سے پائی دیں کی ہم نے روشنی
مصطفیؐ کے سارے پیاروں کو سلام

آپؐ کے اصحابؓ ساروں کو سلام
خاص کر اُن چار یاروںؓ کو سلام

بوذرؓ و سلمانؓ ، بلالؓ و زیدؓ اور
سب کے سب خدمت گزاروں کو سلام

دست بستہ عاجزانہ با ادب
شہر آقاؐ کے نظاروں کو سلام

جو مدینے مجھ کو لے جائیں ریاضؔ
میرا ان ناقہ سواروں کو سلام

صدقِ دل سے مصطفیٰؐ کو ہو سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

بخششوں کی فصل اُگ ہی آئے گی
اپنی کشتِ جاں میں ہر دم بو سلام

ہو سلامِ دل مدینے کے لیے
اور سب دنیا سے کہہ دے "نو" سلام

کام ہو میرا یہی اک صبح و شام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

ہوں مواجہ پر کروڑوں رحمتیں
اُنؐ کے مرقدکے نظاروں کے سلام

کربلا کے شہسواروں کو سلام
مصطفیؐ کے دل کے پاروں کو سلام

سرورِ عالمؐ کے جلووں کو سلام
دید پانے والی آنکھوں کو سلام

غنچہ ہائے نعت جن سے کھل اُٹھیں
اُن نمو افزا بہاروں کو سلام

نغمۂ نعتِ نبی جن سے چھڑے
سازِ دل کے ایسے تاروں کو سلام

آپ کی سنت پہ جو قائم رہیں
آپ کے طاعت شعاروں کو سلام

سُوئے کوئے ہادِؐ عالم رہ رواں
سعد طالع کامگاروں کو سلام

ڈَٹ گئے اِلحاد کے آگے سدا
حوصلوں کے کوہساروں کو سلام

احمدِ مرسلؐ کے عالی گوہروں
اعلیٰ اولیٰ طرح داروں کو سلام

غار سے ہوتے ہوئے معراج تک
آپؐ کی سب رہگزاروں کو سلام

جو مٹا دیتے ہیں سب گمراہیاں
اُن کریمانہ اشاروں کو سلام

دہر میں جن سے پرے کچھ بھی نہیں
بحرِ حق کے اُن کناروں کو سلام

گنبدِ خضرا کی رفعت پر دُرُود
اس سے مُلحِق سب میناروں کو سلام

آپ کا در جن کی منزل ہے حضورؐ
ہو مرا ان غم کے ماروں کو سلام

آپؐ کی مدحت میں گزرے زندگی
آپؐ کی نعتیں ہوں لب پر صبح و شام

رات کو سوتا ہوں میں پڑھ کر دُرود
صبح دم ہوں بھیجتا اُن پر سلام

کیا سکینت زا ہے طیبہ میں قیام
ہیں بہاریں چار سو محوِ خرام

کیف پاتا ہے یہاں ہر خاص و عام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

ہے سراپا التجا طاؔہر یہاں
انؐ کے لطفِ خاص سے حاضر یہاں

زیرِ لب ہے الصلوٰۃ و السلام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

خُلد سے بھی اَرفع تَر ہے یہ مقام
ہے سحر رَوشن فروزاں تَر ہے شام

نُور اَفشاں روضہء خیرالانامؐ
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

جو دل و جاں سے ہوئے انؐ کے منیرؔ
خُلق سے جِن کے ہیں رَوشن تر ضمیر

میں بنوں اُن سب غلاموں کا غلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

اپنی آنکھوں میں سجا کر احترام
ہیں مواجہ پر ہُوئے حاضر غلام

پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

آپؐ کے سارے حَوالوں کو سلام
سیّدہؓ کے نور پاروں کو سلام

جن کے سائے میں کبھی ستائے آپؐ
اُن کھجوں کی قطاروں کو سلام

جن فضاؤں میں رہے ہیں آنحضورؐ
اُن ہواؤں ، اُن فضاؤں کو سلام

سبز گنبد پر لگی رہتی ہیں جو
ان ملائک کی قطاروں کو سلام

ہے سکندر بخت تُو اقبال نازؔ
کر رہا ہے ان کے پیاروں کو سلام

نعت کے منظر نِگاروں کو سلام
راحت افزا استعاروں کو سلام

آپؐ کی عظمت کے آگے جو جھکے
اُن درختوں، کوہساروں کو سلام

مہرِ طیبہ سے منور جو ہوئے
اخترؔ ان روشن ستاروں کو سلام

ساقیء تسنیم و کوثر آپؐ کی
انگلیوں سے پھوٹے چشموں کو سلام

دل سے ہے آقاؐ کے پیاروں کو سلام
میرا پانچوں اور چاروں کو سلام

جن پہ شاہدؔ "الاحد " گونجے سدا
ان بلالؓ ریگزاروں کو سلام

حضرتِ سلمانؓ و بوذرؓ پر درود
مجتبیٰؑ کے ماہ پاروں کو سلام

جو بھی ہیں بسملؔ مقرب آپؐ کے
میرا ان سب راز داروں کو سلام

ہو علیؑ کے دل کے پاروں کو سلام
سرورِ عالمؐ کے پیاروں کو سلام

کٹ گئے جو دین کی خاطر سبھی
زہرا ؓ کی آنکھوں کے تاروں سلام

بے ردا ہو کر بھی تھیں جو پردہ دار
میرا ان سب پردہ داروں کو سلام

پیش کرتا ہوں میں بسملؔ عجز سے
کربلا کے شہسواروں کو سلام

جن کو نسبت آپؐ کے قدموں سے ہے
اُن مقدس رہ گزاروں کو سلام

انؐ کے روضے کی سنہری جالیوں
سے جھلکتے چاند تاروں کو سلام

جو تڑپتے ہیں مدینے کے لئے
جعفرؔ ان لاکھوں ہزاروں کو سلام

جو شبِ اَسریٰ کھڑی تھیں صف بہ صف
انبیاؑء کی اُن قطاروں کو سلام

حُب احمدؐ میں جو خاورؔ ہیں لکھے
اُن مؤقّر شاہ پاروں کو سلام

چٹکیں پھر کلیاں تخیل میں مرے
نعت کہنے کا کروں جو اہتمام

میری آنے والی نسلیں بھی کہیں
ہم ہیں آقاؐ کے غلام ابنِ غلام

حاضری کو میں ترستا ہوں حضورؐ
آپ ہی کر دیجئے کچھ انتظام

خاص ہے اصحاب میں جن کا مقام
آپؐ کے اُن چار یاروں کو سلام

لکھ رہے ہیں آپؐ کے اَوصاف جو
ایسے سب سیرت نگاروں کو سلام

رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِیْ جن میں بسا
رحمتِ عالمؐ کی سانسوں کو سلام

تیرے سب پیاروں کے صدقے اے خدا
تیرے سب پیاروں کے پیاروں کو سلام

سبز گنبد کی طراوت پر درود
انؐ کی مسجد کے مناروں کو سلام

پا رہے ہیں اُن سے جو خیراتِ نور
اُن چمکتے چاند تاروں کو سلام

ان شعروں میں آج کی نعت کے مضامین ہیں وہ مضمون بھی جو آج کی نعت کے دھارے میں کئی دہائیوں سے قلم بند ہو رہے ہیں اور تازہ کاری و ندرت کے حامل کئی ایسے شعر بھی ہیں جو جدّت لئے ہوئے ہیں اور اردو نعت کے روشن امکانات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اشفاق ہمذالی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی طرح پر لکھی جانے والی نعتوں کو یک جا کر کے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے یہ جمع آوری جہاں شرکائے مشاعرہ کے لئے خوش آئیند ہے وہاں نعت کے عام قاریوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ اس گلدستہ نعت کو قبول فرمائے امین۔ مَیں اپنے تاثرات ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں:

اِک دن ایسے کھُل کے رَد ہو جائے
دِل کی ساری کالک دھو ہو جائے
ہمذالی کی نعتوں کا مجموعہ
مقبولِ دربارِ شہہؐ ہو جائے

❖......❖......❖......❖

حرمینِ نعت

''حرمینِ نعت''، انجمن فقیرانِ مصطفیٰ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعروں میں سے دو مشاعروں میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے۔ فیصل آباد کو شہرِ نعت بنانے میں جن اداروں، انجمنوں اور مجلسوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اُن میں انجمن فقیرانِ مصطفیٰ کا بھی ایک اہم کردار ہے۔ اس کی خدمت گزشتہ 20 سالوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اس انجمن کے تحت کئی عام نعتیہ مشاعرے منعقد ہوئے، جن میں ملک کی متعدد اہم نعتیہ شخصیات گاہے گاہے تشریف لاتی رہی ہیں۔ کئی نعتیہ کتابوں کی رونمائی اور تقسیم اس پلیٹ فارم سے ہوئی۔ اس کے بانی ملک امیر نواز اعوان ایک دردمند اور ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت سے بھرا دِل رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اِسی پلیٹ فارم سے ایک نعتیہ کتابی سلسلے 'نعت گو' کا بھی اجرا کیا جس کے شائع شُدہ شمارے معاصر نعت منظر نامے میں خصوصاً فیصل آباد کے حوالے سے ایک اہم کردار رکھتے ہیں۔ ملک صاحب نے اِسی پلیٹ فارم سے 2003ء میں طرحی نعتیہ مشاعروں کے سلسلے کا بھی باقاعدہ آغاز کیا۔

یہ مشاعرے ہر عیسوی مہینے کی آخری تاریخ کو اُن کی رہائش گاہ (غلام محمد آباد) میں بعد نمازِ مغرب منعقد ہوتے ہیں۔ اس میں دی جانے والی 'طرح' کا استعمال شرکاء آزادانہ کرتے ہیں۔ آزاد استعمال سے مراد 'طرح' پر ہو بہو التزام کی بجائے اُس کے کسی بھی لفظ کو قافیہ بنانے کی سہولت سے ہے مثلاً اگر طرح مصرع یہ ہے:

ع رسولِ پاک ؐ کی شانِ کرم کو دیکھتے ہیں

تو اس میں نعت لکھنے کے لئے
دیکھتے ہیں / سوچتے ہیں / مانتے ہیں
یا ____ کو دیکھتے ہیں / جو دیکھتے ہیں / وہ دیکھتے ہیں
یا ____ کرم کو دیکھتے ہیں / حرم کو دیکھتے ہیں / تو ہم کو دیکھتے ہیں
یا ____ شانِ کرم کو دیکھتے ہیں / جانِ کرم کو دیکھتے ہیں / جہانِ کرم کو دیکھتے ہیں، وغیرہ
نعت نگار کسی لفظ کو قافیہ اور باقی حصّہ کو ردیف بنا کر نعت لکھ سکتا ہے۔

طرحی مشاعرے منعقد کرنے والی اور کئی انجمنیں بھی 'طرح' میں اِس انداز کی سہولت روا رکھتی ہیں۔ اس سہولت سے جہاں شاعروں کے لئے کچھ آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں وہاں سامعین کے لئے اس تنوع اور رنگا رنگی سے محظوظ ہونے کی کئی صورتیں بھی نِکل آئی ہیں۔ بیس تیس شاعروں کو ایک ہی انداز و اسلوب سے سُننے سے جو یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے اس میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور یوں دی گئی 'طرح' میں نعت گوئی کے امکانات کی کئی تازہ جہتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔

امیر نواز کی انجمن کی طرف سے اب تک 200 طرحی نعتیہ مشاعرے منعقد ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں 2020ء کے لئے انجمن کے منتظمین نے جو شیڈول جاری کیا ہے وہ درجِ ذیل ہے:

سالانہ پروگرام 2020ء انجمن فقیرانِ مصطفیٰ فیصل آباد، ان شاء اللہ

نمبر شمار مشاعرہ	تاریخ دن	نوعیت مشاعرہ
۲۰۰ واں مشاعرہ	31 جنوری ۲۰۲۰ء بروز جمعتہ المبارک ۴ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ	طیبہ کی فضاؤں میں کیا لطف ہے جینے میں جناب پروفیسر سید یونس جیلانی

۲۰۱واں مشاعرہ	29 فروری ۲۰۲۰ بروز ہفتہ ۳ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ	حیاتی دے ہنیرے نوں اجالے نعت دیندی اے جناب ابرار پارسؔ آف نواں لاہور
۲۰۲واں مشاعرہ	31 مارچ ۲۰۲۰ء بروز منگل ۵ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ	رات مکے میں کٹے دن کو مدینے میں رہوں (جناب پروفیسر ڈاکٹر کاشف نعمانی) ماں محبت ہے محبت نہیں چھوڑی جاتی (جناب ساحلؔ قادری)
۲۰۳واں مشاعرہ	30 اپریل ۲۰۲۰ بروز جمعرات ۵ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ	حضور ﷺ آپ کی نسبت میں ہی بقا ہے مری جناب حمید شاکرؔ، فیصل آباد
۲۰۴واں مشاعرہ	31 مئی ۲۰۲۰ بروز اتوار ۶ شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ	نظر سے جاتا ہے اک راستہ مدینے کو (جناب نصرت صدیقی)
۲۰۵واں مشاعرہ	30 جون ۲۰۲۰ بروز منگل ۷ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ	شاید کہ مدینے کا سفر جاگ پڑا ہو جناب محمد طارق ناظر فارانی
۲۰۶واں مشاعرہ	31 جولائی ۲۰۲۰ بروز جمعۃ المبارک ۸ ذی الحج ۱۴۴۱ھ	چم کے روضے پاک دی جالی دل نوں آؤندا چین قرار جناب احمد حیات بلوچ
۲۰۷واں مشاعرہ	31 اگست ۲۰۲۰ بروز پیر ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ	(نعت) مدحت کا سلیقہ بھی اسی در کی عطا ہے (جناب پروفیسر محمد مسعود اختر) (سلام) ایک انکار نے اسلام کو زندہ رکھا (جناب پروفیسر محمد مسعود اختر)

۲۰۸واں مشاعرہ	22 ستمبر ۲۰۲۰ بروز منگل ۳ صفر المظفر ۱۴۴۲	قرطاسِ دل پہ نقش ہوئی مدحتِ رسولؐ (حضرت فقیر مصطفیٰ امیرؒ) تیسرا سالانہ عرس مبارک حضرت فقیر مصطفیٰ امیرؒ
۲۰۹ واں مشاعرہ	31 اکتوبر ۲۰۲۰ بروز ہفتہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ	خوشیوں سے جھوم جاؤ سرکارؐ آ گئے ہیں (جناب ریاض احمد قادری) غازی علم الدین جانِ عاشقانِ مصطفیٰؐ (جناب ریاض احمد قادری)
۲۱۰واں مشاعرہ	30 نومبر ۲۰۲۰ بروز پیر ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ	ملتی ہے مصطفیٰؐ کی محبت نصیب سے (جناب اے آر انجم تاباؔنی) نورِ توحید کا مینار ہیں غوث الاعظمؒ (جناب محمد حنیف نازش قادری)
۲۱۱واں مشاعرہ	31 دسمبر ۲۰۲۰ بروز جمعرات ۱۴ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ	اہلِ سخن کو ایک سعادت نبی ﷺ کی نعت جناب اسد رضوی آف ملکوآنہ

انجمن فقیرانِ مصطفیٰ ﷺ فیصل آباد (بانی فقیر مصطفیٰ امیرؒ)

اعوان نعت محل ۹۵۱ بی سول کوارٹرز اسلامی چوک غلام محمد آباد فیصل آباد

سرپرست اعلیٰ: اللہ نواز منصوؔر۔ صدر: ریاض احمد قادرؔی۔ نائب صدر: پروفیسر محمد طاہر صدیقی جنرل سیکرٹری: سید شاہد حسین شاؔہد

جائنٹ سیکرٹری: منیر احمد خاؔور صدر مجلس عاملہ: ناصر حسین راضؔی پریس سیکرٹری: زاہد سرفراز زاؔہد (فون: 03006645573)

آپ نے دیکھا کہ اس میں تاریخ اور 'طرح' کے ساتھ اُس شاعر کا نام بھی درج ہے

جن کی نعت سے ’طرح‘ کا مصرع اخذ کیا گیا ہے۔

’’حرمینِ نعت‘‘ میں شامل جن نعت نگاروں کے مصرع ہائے سے ’طرح‘ اخذ کے گئے اُن کے نام حکیم ارشد محمود ارشد اور انجنیئر اشفاق حسین ہمذالی ہیں۔ یہ مشاعرے بالترتیب 30 جون 2016 اور 30 ستمبر 2016 کو منعقد ہوئے اور ان کے لئے مجموعی طور پر 92 نعتیں لکھّی گئیں اور شرکائے مشاعرہ نے اپنی سہولت سے ان طرحوں پر نعتیں لکھیں۔

اَشفاق ہمذالی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے ان دونوں مشاعروں میں دی جانے والی طرحوں:

’’وہ شاہکارِ حُسن وہ مقصودِ کائنات‘‘ اور

’’سبز گنبد کے نظاروں کو سلام‘‘

پر لکھی گئی نعتوں کی جمع آوری میں شبانہ رُوز محنت کی۔

اس میں پہلی طرح غیر مردّف ہے، ردیف کے بغیر اور دوسرے مصرع میں جو نسبتاً چھوٹی بحر کا ہے نصف کے قریب ردیف ہے، یوں ان دونوں مصرعوں میں ایک تنوع ہے اور اظہار واسلوب کی مختلف صورتیں اور گنجائشیں۔

ہمذالی کی اس جمع آوری سے طرحی مشاعروں کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کے مطالعے کا جو موقع مِلا ہے اس سے نعت نگاروں اور نعت کا ذوق رکھنے والوں کو یقیناً خوشی ہوگی۔

’طرح‘ پر لکھی جانے والی تخلیقات عام طور پر مشاعرہ تک ہی مؤثر ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ذہنوں سے محو ہو جاتی ہیں۔ ’’حرمینِ نعت‘‘ میں یہ نعتیں محفوظ ہو گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ تحقیق و تنقید کے کئی نئے در کھولتا ہے، مختلف شاعروں نے مختلف قوافی کو کیسے استعمال کیا؟ دی گئی طرحوں میں اپنے لئے کیا سہولیات روا رکھیں؟ ان سوالات سے طرحی مشاعروں کے حالیہ بیانیوں کو سمجھنے میں بہت مدد مِلے گی۔

’’حرمینِ نعت‘‘ میں ان دونوں طرحوں پر لکھی جانے والی نعتوں کو دو الگ الگ حصّوں

میں شائع کیا جا رہا ہے۔ حصّہ اوّل میں برادرم حکیم ارشد محمود ارشد اور حصّہ دوم میں عزیزم اَشفاق ہمذالی کے طرح مصرع پر لکھی جانے والی نعتیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمذالی کی اس محنت کو قبول کرے۔ ایک ایک شاعر سے نعت وصول کرنا پھر کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے بعد انہیں احتیاط اور شائستگی سے کتابی صورت عطا کی۔ یہ کام جس احتیاط کا متقاضی تھا ہمذالی نے اسے اُسی ذمہ داری سے مکمل کیا ہے۔ اس نے یہ تمام مرحلے خوبصورتی سے طے کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمذالی کی اس محنت کو قبول فرمائے یہ کتاب اس کی توفیقاتِ نعت میں اضافے کا سبب ہو۔

’حرمینِ نعت‘ ارمغاں خُلد نسب
لایا ہے شوق سے بہ صد الف ادب
تُو نعت کے باب میں اضافہ فرما
توفیقاتِ ہمذالی میں یا رب!

دونوں طرحوں پر فیصل آباد کے نعت گو شاعروں نے اپنی اپنی ارادت سامانی اور عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے۔ یہ یک کتاب دو طرحوں پر نعتوں کی جمع آوری پر مشتمل ہے۔ نئے نعت نگاروں کے لئے مطالعہ و جائزہ اور دلچسپی کا سامان تو ہے ہی، کہنہ مشق شاعروں کے لئے بھی محبت خیزی کا سامان اور اخذِ کیف و انبساط کی صورت ہے۔

مجھے اُمید ہے نعت دوست دل اور مدحت شناس ذہن رکھنے والوں کے لئے ’حرمینِ نعت‘ کا مطالعہ موجب خیر و برکت ہوگا۔ ایک رباعی کے ساتھ اپنے تاثرات ختم کرتا ہوں:

مقبول ہوں ، جذب سے بھری ہیں نعتیں
کیا خُوب خلوص سے کہی ہیں نعتیں
طرحِ ہمذالی ، طرحِ ارشد پر
احباب نے شوق سے لکھی ہیں نعتیں

◆ …… ◆ …… ◆ …… ◆

برطرحِ ارشد

’برطرحِ ارشد‘ فیصل آباد کے معروف نعت نگار جناب حکیم ارشد محمود ارشد کی نعتیہ طرح

ع ’’وہ شاہکارِ حُسن وہ مقصودِ کائنات‘‘

پر ہونے والے مشاعرہ میں پڑھی جانے والی نعتوں کی جمع آوری پر مشتمل ہے۔ یہ نعتیہ مشاعرہ فیصل آباد کی معروف نعت دوست بزم ’انجمن فقیرانِ مصطفٰیؐ‘ کے زیرِ اہتمام مورخہ 30 جون 2016 کو منعقد ہُوا۔ ارشد صاحب کے مصرعِ تر پر کُل 30 نعتیں موصول ہوئیں جن کو ہمزالی صاحب نے تخلّص کی الف بائی ترتیب کے مطابق جمع کیا۔

اس مصرع تر میں جیسا کہ مصرع سے ظاہر ہے ردیف نہیں ہے۔ شرکاء کو اجازت تھی کہ وہ اپنی مرضی سے اس کے کِسی لفظ کو ردیف بھی بنا سکتے تھے۔ یوں جیسا کہ آپ دیکھیں گے بعض شاعروں نے مقصود کو قافیہ بنا کر کائنات کے لفظ کو ردیف کے طور پر برتا ہے۔ اس طرح پر بعض دوستوں نے ایک سے زیادہ نعتیں بھی لکھی ہیں۔ مختلف شاعروں کا ایک ایک شعر بطور نمونہ بعد میں آئے گا۔

آغاز میں ارشد صاحب کی نعت پیشِ ہے:

وہ شاہکارِ حسن وہ مقصودِ کائنات ان کے طفیل گلشنِ ہستی کو ہے ثبات
اُن کی نگاہِ لطف سے دستِ کشاد سے ہر نعمتِ خدا ملے ہر غم سے ہو نجات

عزت ملے گی حشر میں رب کریم سے
جس کو عزیز جاں سے ہے خیرالوریٰ کی ذات
جس میں زیارتِ رخِ شمس الضحیٰ ہوئی
وہ شب مجھے ہے دوستو! سرمایۂ حیات
اے پڑھنے والے پڑھ انہیں خوب احتیاط سے
آیات میں نہاں ہے مرے مصطفیٰؐ کی نعت
مسکن ہے جن کا شہرِ نبیؐ ، ان کے واسطے
ہر روز ، روزِ عید ہے ہر شب شبِ برات
پیشِ نظر ہوں تذکرے حُبِّ رسولؐ کے
ہر دم رہے جمالِ رخِ مصطفیٰؐ کی بات
احمد بھی آپ حامد و محمود بھی ہیں آپ
ہے کائناتِ حمد محمدؐ کی پاک ذات
دیکھا بغور پڑھ کے جو قرآں تو یہ کُھلا
شاہد ہیں اُن کے خُلق پہ آیاتِ بیّنات
چاہیں تو چاند شق ہو پلٹ آئے آفتاب
اَوجِ فلک بھی ان کے ہے زیرِ تصرّفات
ذرّاتِ خاکِ شہرِ نبیؐ ہیں ہمیں عزیز
دل کو نہ بھائیں خُلد کے نوری تصوّرات
دونوں جہاں میں آپؐ کا شاعر شمار ہو
ارشؔد پہ یوں حضورؐ کی ہو چشمِ اِلتفات

ان دِنوں منعقد ہونے والے کئی طرحی مشاعروں میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر مصرعِ طرح کی بحر اور ردیف کا یا غیر مرّدف طور پر ردیف کو قافیہ سمجھ کر اس کا اتباع کرتا ہے یعنی اردو طرحی مشاعروں کی دیرینہ روایت کے مطابق طرح مصرعوں کا کلّی طور پر اتباع نہیں کرتا یا یوں کہیے کہ شاعر طرح مصرع (قافیہ، ردیف اور بحر) کی زمین کی پابندی نہیں کرتا اس کا سبب شاید آج کے شاعروں کی تن آسانی ہے گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں تک عام طور پر طرحی مشاعرے کلاسیکی اسلوبِ طرح کے التزام اور پابندی کے ساتھ ہوتے تھے اس کا ایک فائدہ یہ تھا کہ طرحی مشاعرہ میں غزل/ نعت لکھتے وقت شاعر گرہ پر زیادہ محنت صرف کرتے اور ہر شاعر کی کوشش ہوتی کہ وہ مشاعرہ میں دیئے جانے والے طرح مصرع پر منفرد انداز میں گرہ لگائے، طرح

مصرع میں گرہ کے امکانات پر غور کرے اور کوشش کرے کہ اس کی گرہ نادرالوقوع ہو ____ مشاعرہ میں 'گرہ پیش ہے' کی آواز، آتے ہی سب شاعر اور سامعین متوجہ ہو جاتے اس شعر کو غور سے سنا جاتا اور اچھی گرہ پر زیادہ داد دی جاتی۔

اردو غزل کی منفرد زمینوں مثلاً غالب کے حوالے سے، سحر ہونے تک...... تماشا مرے آگے...... دیوار و در کو دیکھتے ہیں...... پتھر نہیں ہوں مَیں ____ وغیرہ پر کہی گئی غزلوں میں قوافی کے کلیدی استعمال پر زیادہ داد دی جاتی، قافیہ اور ردیف کے تال میل سے جو شعری فضا تیار ہوتی اسی پر غزل کی کامیابی کا دار و مدار ہوتا یعنی شاعر نے ردیف کے ساتھ کون کون سے قوافی، کس کس طرح استعمال کئے، یوں طرحی مشاعرے نہ صرف نئے شاعروں کی تخلیقی ریاضت کا سبب بنتے بلکہ اساتذہ کے لئے بھی ان کی مہارت، قادرالکلامی اور استادی کا امتحان ہوتے۔

غیر مردف زمینوں کا مسئلہ مختلف ہے جیسا کہ ارشد صاحب کی زیرِ نظر نعت کا طرح مصرع ع ''وہ شاہکارِ حسن وہ مقصودِ کائنات'' ____ ایسی طرحوں میں مسابقت کی وہ فضا قائم نہیں ہوتی جیسی کہ مردّف زمینوں میں ____ ارشد صاحب کی دی گئی 'طرح' میں مقصود کو اگر قافیہ کے طور پر برتا جائے تو ایک اور طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے ایک یہ کہ مقصود کے قوافی کم ہیں دس پندرہ، پھر اگر کائنات کے لفظ کو ردیف کے طور پر باندھا جائے تو قوافی اور بھی کم ہو جاتے ہیں یعنی اس زمین پر درود، حدود، ودود، جنود، قیود وغیرہ کے قافیے استعمال نہیں ہو سکتے لہٰذا شاعر کے لئے سعیٔ فکر کا میدان اور چھوٹا رہ جاتا ہے۔

ارشدؔ صاحب کی 'طرح' پر ہمارے شاعر انہی مسائل سے دوچار رہے اور زیادہ تر نے کائنات ہی کو قافیہ باندھ کر اس کے ہم قافیہ الفاظ پر شعر کہے، نعت کے موضوعات و مضامین کے اظہار کے لئے یوں طرح مصرع کے امکانات بہت پھیل گئے۔ زیرِ جائزہ نعتیہ مشاعرے میں

اس ’طرح‘ پر 24 شاعروں نے 30 نعتیں لکھیں (راقم الحروف نے ارشد صاحب کی نعتیہ طرح پر دو نعتیں لکھیں)

طرحِ ارشد پر ملنے والی نعتوں کا اثاثہ آپ آنے والے صفحات میں دیکھیں گے۔ ان نعتوں کے درج ذیل اشعار دیکھئے:

عزت ملے گی حشر میں رب کریم سے
جس کو عزیز جاں سے ہے خیرالوریٰ کی ذات

(حکیم ارشد محمود ارشد)

خوشبوئے گل ہے اُن کے پسینے سے فیض یاب
مرہون منت اِس کے ہیں دنیا کے عطریات

(حکیم ارشد محمود ارشد)

خیر البشر کی بات میں نوعِ بشر کی خیر
ہر فعل شاہِ دیں کا ہے بہبودِ کائنات

(نصیر احمد اختر)

جذبات ڈھل گئے ہیں مرے جب سے نعت میں
خوشبو سے اُن کی مہکی ہوئی ہے مری حیات

(فقیرِ مصطفیٰ امیر)

انسانیت کو بخش دی عظمت حضورؐ نے
روشن ہے انؐ کے نور سے یہ بزمِ شش جہات

(منیر احمد خاور)

پائی جب اُن سے دل نے مودّت کی روشنی
اندوہ و غم کی تیرہ شبی سے ملی نجات

(احمد شہباز خاور)

سرکارِ انبیاءؑ کی غلامی کے فیض سے
بنتی ہے بزمِ نعت میں اس بے زباں کی بات

(ناصر حسین راضی)

خالق نے ان کو مالک و مولا بنا دیا
سب کچھ ہے ان کا جو بھی ہے موجودِ کائنات

(پروفیسر ریاض احمد قادری)

عُشّاق شاد کام رہیں جن میں ہر گھڑی
طیبہ کی شاہرات ہیں جنت کی شاہرات

(پروفیسر ریاض احمد قادری)

در یوزہ گر ہیں آپ کے مہر و مہ و نجوم
منبعِ نور ، آپ ہیں جانِ تجلّیات

(زاہد بلالی)

رَبِّ علا کا دوستو! احساں ہے یہ عظیم
امّت میں آنحضورؐ کی بخشی ہمیں حیات

(سرور قمر قادری)

ہے طاعتِ رسول ہی تکمیلِ بندگی
فرما رہا ہے آپ یہ مسجودِ کائنات
(عمران سلیم)

فائز ہیں آپؐ مَنصبِ خُلقِ عظیم پر
شاہد کتابِ حق کی ہیں آیاتِ بیّنات
(محمد سلیم شاہد)

یہ مرتبہ بلند خدا نے انہیں دیا
میرے حضورؐ ٹھہرے ہیں محمودِ کائنات
(سیّد شاہد حسین شاہد)

ہر لمحہ اُنؐ کی یاد مرے ساتھ ساتھ ہے
سینے کی دھڑکنوں میں دھڑکتی ہے اُن کی ذات
(شجاعت رَجوی)

سارے دِلوں کو آپؐ نے بخشیں سکینتیں
اس طور کی ہے آپؐ نے بہبودِ کائنات
(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

معراج پر ہے رُتبۂ مہمانِ عرشِ حق
ہے منتظر حضورؐ کا مسجودِ کائنات
(شوکت جلال چشتی)

مشکل کشائی کے لیے فریاد جب بھی کی
سُلجھا دیے حضورؐ نے میرے معاملات

(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)

فضلِ خُدا سے رحمتِ کونین آپؐ ہیں
ممنون مصطفیٰؐ کی ہے بہبودِ کائنات

(سکندر عزیز خان)

لہجے میں ان کے بولتا ہے ربِّ کائنات
ان کے لبوں کی بات ہے آیاتِ بینات

(منظر پھلوری)

پڑھتے ہوئے نماز میں اُن کو کروں سلام
بھیجوں درود اُن پہ تو ہو معتبر صلوٰۃ

(میاں منیر احمد منیر)

حور و ملک بھی آپؐ کے ممنوں ہیں ، اِس لیے
پڑھ کر درود بھیجتے ہیں ارمغانِ نعت

(اللہ رکھا نازش)

سب کچھ اُنہی کے سامنے پیدا کیا گیا
شاہد وہی ہیں اور ہیں مشہودِ کائنات

(اَشفاق حسین ہمدانی)

دیکھا خُدا کو جس نے ہے ظاہر کی آنکھ سے
کونین میں ہے ایک محمدؐ کی پاک ذات
ہمذآلی کاش خواب میں آئیں مرے حضورؐ
اور خود لکھائیں مجھ سے وہ اک منفرد سی نعت

(اَشفاق حسین ہمذالی)

ارشد صاحب کے مصرع پر آپ نے ملاحظہ کیا ردیف کے کھُلے پن کے ساتھ شاعروں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اپنی عقیدت وارادت کا اظہار کیسے والہانہ پن سے کیا ہے۔ بعض شاعروں نے طرحِ ارشد، پر شعر لکھتے ہوئے جس تازہ کاری کا اظہار کیا ہے اس سے اس 'طرح' کے امکانات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ارمغانِ محبت وعقیدت کو قبول فرمائے اور طرح ارشد پر دوسرے شاعروں کی مساعی جمیلہ مشکور ہو۔ میں اپنے تاثرات ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں:

اے شاہِ بحر و بَر ، شفیعِ محشر
مقبول ہو مدح کا یہ نوری دفتر
اشعار، جو شاعروں، ولاداروں نے
الفت سے لکھّے طرحِ ارشد پر

❖……❖……❖……❖

برطرحِ ہمذالی

عہدِ حاضر میں نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فروغ کی ایک بڑی وجہ نعتیہ طرحی مشاعرے بھی ہیں۔ معاصر نعت کے حوالے سے یہ ایک جداگانہ موضوع ہے جو باقاعدہ ایک سندی مقالے کا موضوع ہے نعتیہ طرحی مشاعروں کا آغاز کب ہُوا؟ اس کے محرکات، ان مشاعروں کی نوعیت، مختلف شہروں میں مختلف انجمنوں اوراداروں کی (اس بارے میں) خدمات، ان مشاعروں کی روداد نگاری اوران میں پڑھی جانے والی نعتوں کے مطبوعہ گلدستے! اس باب میں گزشتہ نصف صدی کے مشاعروں میں پڑھی اور ان کے لئے لکھی جانے والی نعتوں کا سرسری تذکرہ ـــــ یہ اوراس انداز کے کئی ذیلی موضوعات ہیں جو اس مقالے کے دائرہ تحقیق وتنقید میں آسکتے ہیں۔

ایک محتاط تو نہیں سرسری اندازے کے مطابق میرے خیال میں کراچی، لاہور، فیصل آباد، اسلام آباد اور دوسرے کئی شہروں میں بہت سی انجمنیں ایسے ماہانہ مشاعروں کے انعقاد کا بندوبست کرتی ہیں (اس عشرے سے نہیں گزشتہ کئی دہائیوں اور سالوں سے) ـــــ بعض انجمنوں کی طرف سے تو ایسے مشاعرے کئی سالوں سے ہو رہے ہیں۔ مجھے گزشتہ سال اسلام آباد کی ایک ایسی انجمن کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرے کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی وہاں بتایا گیا کہ یہ اس انجمن کا تین سو تیرھواں نعتیہ مشاعرہ ہے گویا قریباً 26 سالوں سے بغیر کسی تعطّل کے اس انجمن کے زیرِاہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت موجود ہے اسی طرح انجمن فقیرانِ مصطفیٰؐ فیصل آباد کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں کی روایت بھی قریباً دو عشروں پر پھیلی ہوئی

ہے ــــ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ نعتیہ طرحی مشاعروں کی روایت تحقیق طلب موضوع ہے۔ مَیں نے صرف اس کی نشاندہی کی ہے اس موضوع پر تفصیلی مطالعے سے کئی باتوں کا سراغ ملے گا مثلاً

۱۔ یہ روایت کتنی پرانی ہے؟

۲۔ اس کا آغاز کس شہر، انجمن سے کب ہُوا؟

۳۔ ایسے مشاعروں میں طرح مصرعوں کی نوعیّت کیا ہے، یہ مصرعے کلاسیکی نعت گو شاعروں کی معروف زمینوں سے لئے گئے ہیں یا غزل کے معروف مصرعے ہیں جن کو نعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ مشاعرے میں دعوتِ سخن کے لئے دی جانے والی طرح کے ساتھ دی جانے والی گنجائش، تصرّفات اور ہدایات کیا تھیں مثلاً ایسے مشاعروں میں سالم طرح مصرع کی بجائے بعض جگہ پر یہ گنجائش ہوتی ہے کہ شاعر اپنی مرضی سے قافیہ بدل سکتے ہیں۔ بعض جگہوں پر صرف ردیف کا التزام روا رکھا جاتا ہے۔ اسلام آباد کے جس نعتیہ مشاعرہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں محترمی حفیظ تائبؒ صاحب کی معروف نعت:

؎ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصافِ حمیدہ

ــــ پر دعوتِ سخن دی گئی تھی مگر قافیے کے تعیّن کے بغیر اس میں محض ردیف ــــ 'اوصافِ حمیدہ' کا التزام ضروری تھا مشاعرے میں شامل شاعروں نے جس بھی بحر، قافیہ و آہنگ میں نعت لکھی اس میں اوصاف حمیدہ پر اپنے مصرع ثانی کا اختتام کیا یہ شاید اس لئے کیا گیا کہ اگر حفیظ تائب کی نعت کا اتّباع کیا جاتا تو دیدہ، شنیدہ، جریدہ وغیرہ کے قوافی کم ملتے اگر اوصاف کو قافیہ بنایا جاتا تو کہنے والے کو مزید مشکل پیش آتی ایک تو اوصاف کے قوافی صاف، صحاف، وصاف، شفاف وغیرہ کم ہیں نیز ترکیب کے التزام سے شاعروں کو اور زیادہ مشکل پیش آتی ــــ ترے، مرے، کہے، سُنے

کا قافیہ رکھا جاتا تو کہنے والے کے لیے آسانی تھی اور اوصافِ حمیدہ کی ردیف کے ساتھ نعت کا قرینہ بھی موجود تھا____ مگر منتظمینِ مشاعرہ نے اوصافِ حمیدہ کے الفاظ کو ہی ردیف کے طور پر لازم قرار دیا سو مختلف شاعروں نے جس کسی بحر میں بھی طبع آزمائی کی اس میں آخری جزو مصرع اوصافِ حمیدہ ہی کو قرار دیا____

اَشفاق ہمدانی کی زیرِ نظر کتاب کے حوالے سے بات طویل ہوگئی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں لیکن طرحی نعتیہ مشاعروں کی روایت میں فی زمانہ روا رکھے جانے والے تصرّفات کو سمجھنے کے لئے اس تفصیل میں جانا ضروری ہے۔ ان تصرّفات کے سبب طرحی مشاعرہ اتنا کاٹ دار نہیں رہتا جتنا شاعر کے اصل قافیہ، ردیف اور بحر کے التزام کے ساتھ ہوتا تھا یا ہوتا ہے____ یہ گنجائش شاملِ مشاعرہ شاعروں کی آسانی کے لئے پیدا کی گئی مگر اس سے وہ لطف جاتا رہا جو سامع کو کسی قافیے کے استعمال سے ملتا ہے مختلف شاعروں کے پرانے گلدستوں میں ایسی، بوقلمونی اور تنوّع کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں شعری ذوق جن سے نہ صرف حظ اٹھاتا ہے بلکہ شعر کہنے کے بہت سے اسالیب اور ’قافیہ زنی‘ (قافیہ پیمائی نہیں) کے انداز بھی سمجھتا ہے اگر آپ شاعر کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مصرعے کے کسی لفظ کو قافیہ بنالے تو پھر طرحی مشاعرہ کے ایک اہم تاثّر (کہ کس نے کس قافیے کو کیسے برتا؟) سے سامعین محروم ہوجاتے ہیں۔

اَشفاق ہمدانی کی یہ کتاب ایک ایسے ہی نعتیہ مشاعرے میں پڑھی جانے والی نعتوں پر مشتمل ہے اس میں شاعروں کو نعت لکھنے کے لئے جو طرح مصرع دیا گیا وہ اَشفاق ہمدانی کے درج ذیل مطلع کا دوسرا مصرع ہے:

؎ شہرِ طیبہ کی بہاروں کو سلام
سبز گنبد کے نظاروں کو سلام

اس مصرع میں قافیہ کے انتخاب کو نعت نگار کی مرضی پر کھلا چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ہم اس مشاعرہ میں شامل نعتوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس میں قریباً 49 شاعروں نے

حصہ لیا (قریباً اس لئے کہ کچھ شاعر مشاعرہ میں شریک نہ ہوئے تھے انہوں نے ہمذالی صاحب کو اپنی نعتیں بعد میں بھجوائیں جن میں راقم بھی شامل ہے)۔

اگر اس طرح مصرع پر غور کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اس میں تخلیقی آزادہ روی کی گنجائش بہت کم ہے ایک تو اس مصرع کی بحر بہت چھوٹی ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلات (سبز گنبد کے نظاروں کو سلام) دوسرے اس میں تصرّفات کی بھی گنجائش زیادہ شعرافزا نہیں ____ سو شاعروں نے اس طرح پر نعتیں کہتے ہوئے اپنے مزاج اور حاصل کردہ سہولتوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے اس کی درج ذیل شکلیں سامنے آئی ہیں:

۱۔ اکثر شاعروں نے مصرع کے عین مطابق نعتیں لکھیں۔ یعنی بہاروں، شہ سواروں کے قوافی اور ”کو سلام“ ردیف استعمال کیا، ایسی نعتوں کی تعداد 53 ہے۔

۲۔ ایک نعت میں قافیے میں آزادی حاصل کی یعنی بہاروں، جلووں وغیرہ قافیے استعمال گئے۔

۳۔ ....چند شاعروں نے قافیہ وردیف کا تکلف ختم کر کے مصرع کو غیر مردّف طور پر استعمال کیا یعنی سلام، شام، مقام، دوام وغیرہ کے قوافی ہی کو ردیف کے طور پر برتا۔ ایسی نعتوں کی تعداد 8 ہے۔

۴۔ کچھ نعتوں میں قافیۂ نظاروں کو بدل کر طرح مصرع ہی میں سے ”کو“، قافیہ مان لیا ہے یوں تو، جو، کو کے قوافی استعمال کئے ہیں۔

۵۔ ایک نعت نگار (ریاض احمد قادری) نے ازراہ محبت وشوق اس طرح پر چھ نعتیں کہی ہیں۔

ان نعتوں کا بہ حیثیتِ مجموعی مطالعہ معاصر نعتیہ منظر نامے میں نعت نگاری سے وابستہ شاعروں کے روز افزوں شوق کی نشاندہی کرتا ہے نیز شاعروں نے بہت ہی محدود شعری فضا میں جس بوقلمونی اور رنگارنگی کے ساتھ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے اوصاف اور

آپؐ کی سیرت طیبہ سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے وہ معاصر نعت میں فکر کے کئی در کھولتا ہے چھوٹی اور سادہ سی زمیں میں ’سلام‘ کے التزام کے ساتھ کہی گئی ان نعتوں کا مرکزی موضوع اگرچہ سلام و درود کے ذیل میں آتا ہے اور یوں ایک اعتبار سے تمام نعتیں، سلام کی کیفیت سے مربوط ہو گئی ہیں تاہم دستیاب نعتوں میں سلام کے علاوہ نعتیہ موضوعات کی دوسری جھلکیاں بھی ملتی ہیں درج ذیل اشعار دیکھئے:

مرحبا! اے مسجدِ ختمُ الرُّسلؐ
تیرے گنبد کو ، مِناروں کو سلام
اے مدینہ! خِطّہءِ رشکِ جَناں
تیرے کھیتوں ، مَرغزاروں کو سلام
پا پیادہ ہیں چلے جن پر حضورؐ
تا ابد ان رہگزاروں کو سلام
مصطفیٰؐ خیرالوریٰؐ کے دیس کے
کوہساروں، ریگزاروں کو سلام
ہیں جو اُن کے شہر پر سایہ فِگن
ہو مرا ان ابر پاروں کو سلام
ہیں مواجہ پر جو محوِ اِنتظار
زائریں کی اُن قِطاروں کو سلام

(انجنیئر اشفاق حُسین ہمذالی)

جن سے پائی دیں کی ہم نے روشنی
مصطفیٰؐ کے سارے پیاروں کو سلام

(فقیر مصطفےٰ امیر)

آپؐ کے اصحابؓ ساروں کو سلام
خاص کر اُن چار یاروںؓ کو سلام
بوذرؓ و سلماںؓ ، بلالؓ و زیدؓ اور
سب کے سب خدمت گزاروں کو سلام
(کوثر علی)

دست بستہ عاجزانہ با ادب
شہر آقاؐ کے نظاروں کو سلام
جو مدینے مجھ کو لے جائیں ریاضؔ
میرا ان ناقہ سواروں کو سلام

صدقِ دل سے مصطفیٰؐ کو ہو سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام"
بخششوں کی فصل اُگ ہی آئے گی
اپنی کشتِ جاں میں ہر دم بو سلام
ہو سلامِ دل مدینے کے لیے
اور سب دنیا سے کہہ دے "نو" سلام

کام ہو میرا یہی اک صبح و شام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام"
(ریاض احمد قادری)

ہوں مواجہ پر کروڑوں رحمتیں
اُنؐ کے مرقد کے نظاروں کو سلام

کربلا کے شہسواروں کو سلام
مصطفیؐ کے دل کے پاروں کو سلام

سرورِ عالمؐ کے جلووں کو سلام
دید پانے والی آنکھوں کو سلام
(ریاض احمد قادری)
غنچہ ہائے نعت جن سے کھل اُٹھیں
اُن نمو افزا بہاروں کو سلام
نغمہءِ نعتِ نبی جن سے چھڑے
سازِ دل کے ایسے تاروں کو سلام
آپ کی سنت پہ جو قائم رہیں
آپ کے طاعت شعاروں کو سلام
(حکیم ارشد محمود ارشد)
سُوئے کوئے ہادِؐ عالم رہ رواں
سعد طالع کامگاروں کو سلام
ڈٹ گئے اِلحاد کے آگے سدا
حوصلوں کے کوہساروں کو سلام
احمدِ مرسلؐ کے عالی گوہروں
اعلیٰ اولیٰ طرح داروں کو سلام
(منظر پھلوری)

غار سے ہوتے ہوئے معراج تک
آپؐ کی سب رہگزاروں کو سلام

(صاحبزادہ ناصر حسین راضیؔ)

جو مٹا دیتے ہیں سب گمراہیاں
اُن کریمانہ اشاروں کو سلام
دہر میں جن سے پرے کچھ بھی نہیں
بحرِ حق کے اُن کناروں کو سلام

(احمد شہباز خاور)

گنبدِ خضرا کی رفعت پر دُرُود
اس سے مُلحِق سب مناروں کو سلام
جن کی منزل آپؐ کا دَر ہے حضورؐ
ہو مرا اُن کام گاروں کو سلام

(شہزاد بیگ)

آپؐ کی مدحت میں گزرے زندگی
آپؐ کی نعتیں ہوں لب پر صبح و شام
رات کو سوتا ہوں میں پڑھ کر دُرود
صبح دم ہوں بھیجتا اُن پر سلام

(سلیم شاہد)

کیا سکینت زا ہے طیبہ میں قیام
ہیں بہاریں چار سو محوِ خرام
کیف پاتا ہے یہاں ہر خاص و عام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "

ہے سراپا التجا طاؔہر یہاں
انؐ کے لطفِ خاص سے حاضر یہاں
زیرِ لب ہے الصلوٰۃ و السلام
"سبز گنبد کے نظارو ں کو سلام "
(پروفیسر محمد طاہر صدیقی)
خُلد سے بھی اَرفع تر ہے یہ مقام
ہے سحر رَوشن فروزاں تَر ہے شام
نُور اَفشاں روضہء خیرالانامؐ
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "

جو دل و جاں سے ہوئے انؐ کے منیؔر
خُلق سے جن کے ہیں رَوشن تر ضمیر
میں بنوں اُن سب غلاموں کا غلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "
(میاں منیر احمد منیؔر)
اپنی آنکھوں میں سجا کر احترام
ہیں مواجہ پر ہُوئے حاضر غلام
پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام
"سبز گنبد کے نظاروں کو سلام "
(محمد سرور قمر قادری)
آپؐ کے سارے حَوالوں کو سلام
سیّدہؓ کے نور پاروں کو سلام

جن کے سائے میں کبھی ستائے آپؐ
اُن کھجوروں کی قطاروں کو سلام
جن فضاؤں میں رہے ہیں آنحضورؐ
اُن ہواؤں ، اُن فضاؤں کو سلام
(شوکت جلال چشتی)

سبز گنبد پر لگی رہتی ہیں جو
ان ملائک کی قطاروں کو سلام
ہے سکندر بخت تُو اقبال نازؔ
کر رہا ہے ان کے پیاروں کو سلام
(محمد اقبال نازؔ)

نعت کے منظر نِگاروں کو سلام
راحت افزا استعاروں کو سلام
(غلام غوث سحر شیرازی)

آپؐ کی عظمت کے آگے جو جھکے
اُن درختوں، کوہساروں کو سلام
مہرِ طیبہ سے منور جو ہوئے
اخترؔ ان روشن ستاروں کو سلام
(نصیر احمد اختر)

ساقیء تسنیم و کوثر آپؐ کی
انگلیوں سے پھوٹے چشموں کو سلام
(ذوالفقار علی تبسم)

دل سے ہے آقاؐ کے پیاروں کو سلام
میرا پانچوں اور چاروں کو سلام
جن پہ شاہدؔ "الاحد " گونجے سدا
ان بلالؓ ریگزاروں کو سلام

(سید شاہد حُسین شاہد)

حضرتِ سلمانؓ و بوذرؓ پر درود
مجتبیٰؑ کے ماہ پاروں کو سلام
جو بھی ہیں بسملؔ مقرب آپؐ کے
میرا ان سب راز داروں کو سلام

(بسمل شمسی)

ہو علیؑ کے دل کے پاروں کو سلام
سرورِ عالمؐ کے پیاروں کو سلام
کٹ گئے جو دین کی خاطر سبھی
زہراؓ کی آنکھوں کے تاروں کو سلام
بے ردا ہو کر بھی تھیں جو پردہ دار
میرا ان سب پردہ داروں کو سلام
پیش کرتا ہوں میں بسملؔ عجز سے
کربلا کے شہسواروں کو سلام

(بسمل شمسی)

جن کو نسبت آپؐ کے قدموں سے ہے
اُن مقدس رہ گزاروں کو سلام

(عبدالخالق تبسم قادری)

انؐ کے روضے کی سنہری جالیوں
سے جھلکتے چاند تاروں کو سلام
جو تڑپتے ہیں مدینے کے لئے
جعفؔر ان لاکھوں ہزاروں کو سلام
(پروفیسر محمد جعفر علی قمر سیالوؔی)
جو شبِ اَسریٰ کھڑی تھیں صف بہ صف
انبیاؑء کی اُن قطاروں کو سلام

حُب احمدؐ میں جو خاوؔر ہیں لکھے
اُن موقّر شاہ پاروں کو سلام

چٹکیں پھر کلیاں تخیل میں مرے
نعت کہنے کا کروں جو اہتمام
(منیر احمد خاور)
میری آنے والی نسلیں بھی کہیں
ہم ہیں آقاؐ کے غلام ابنِ غلام
حاضری کو میں ترستا ہوں حضورؐ
آپ ہی کر دیجئے کچھ انتظام
(زاہد سرفراز زاہد)
خاص ہے اصحاب میں جن کا مقام
آپؐ کے اُن چار یاروں کو سلام

لکھ رہے ہیں آپؐ کے اَوصاف جو
ایسے سب سیرت نگاروں کو سلام

(محمد حسین آزاد لُدھیانوی)

رَبِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ جن میں بسا
رحمتِ عالمؐ کی سانسوں کو سلام

(محمد رفیق)

تیرے سب پیاروں کے صدقے اے خدا
تیرے سب پیاروں کے پیاروں کو سلام

(اویس ازہر مدنی)

سبز گنبد کی طراوت پر درود
انؐ کی مسجد کے مناروں کو سلام

(سلمان منیر خاور)

پا رہے ہیں اُن سے جو خیراتِ نور
اُن چمکتے چاند تاروں کو سلام

(عمران سلیم)

ان شعروں میں آج کی نعت کے مضامین ہیں وہ مضمون بھی جو آج کی نعت کے دھارے میں کئی دہائیوں سے قلم بند ہو رہے ہیں اور تازہ کاری و نُدرت کے حامل کئی ایسے شعر بھی ہیں جو جِدّت لئے ہوئے ہیں اور اردو نعت کے روشن امکانات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اشفاق ہمدالی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی طرح پر لکھی جانے والی نعتوں کو یک جا کر کے اُن کی اشاعت کا ارادہ کیا ہے یہ جمع آوری جہاں شرکائے مشاعرہ کے لئے خوش آئند ہے وہاں نعت کے عام قاریوں کے لئے دلچسپی کا بھی باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس گلدستۂ نعت کو قبول فرمائے آمین۔ مَیں اپنے تاثرات دو رباعیوں پر ختم کرتا ہوں:

اللہ سدا اس پہ کرم فرمائے
ساتھ اِس کے رہیں مہر و عطا کے سائے
اشفاق نے ترتیب جو دی ہے یہ کتاب
مقبولِ دربارِ شہؐ ہو جائے

☆☆☆

ترتیب جو دی تُو نے ثنا کی ڈالی
ہے شوق ترے کی یہ نشانی عالی
مشکور خُدا سعی تری فرمائے
احباب کی ہے دُعا یہی ہمذالی

❖……❖……❖……❖

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرکَ: بشریٰ فرخ

غزل میں اظہار کی مہارت حاصل کرنے کے بعد جو اہل قلم نعت کی طرف آتے ہیں ان کے رختِ سفر میں وہ ضروری لوازمات ازخود آجاتے ہیں جن سے وہ شاعر محروم ہوتے ہیں جو اپنے فن کی ابتداء ہی عقیدت نگاری سے کرتے ہیں غزل فنیّ ریاضت کا ماحصل ہے اس شعری صنف کے علائم ورموز اور اسالیب ادا کی روائت فارسی اور اردو شاعری کے ایک ہزار سالہ پس منظر تک پھیلی ہوئی ہے۔ ردیف وقافیہ کا اہتمام، اوزان بجور کی پاسداری، علوم ورموز کا علامتی اور تلازمی سلسلہ...... یہ وہ خصوصیات ہیں جن کے سبب غزل کی صنف دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں ہر دور میں زیادہ مستعمل رہی ہے ہر دور کے شاعروں نے اپنے محسوسات ومشاہدات کے لئے نہ صرف یہ کہ غزل سے رجوع کیا بلکہ اکثر شاعر عمر بھر کے لئے غزل ہی کے ہو کے رہ گئے۔

نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت نگاری (Devotinal poetry) کی نمایاں شاخ ہے اس کا زیادہ اظہار بھی غزل کی صنف میں ہُوا اردو شاعری میں نعت کے نمونے اردوئے قدیم کی شاعری ہی سے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اُردو کی نعتیہ شاعری کا ایک طویل پس منظر ہے جو کئی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس صنف سخن کی آبیاری میں شاعروں کے ساتھ ساتھ شاعرات کی عقیدت بھری کوششیں بھی لائقِ مطالعہ ہیں۔ اس حوالے سے زینت بی بی مجحوب کے نعتیہ مجموعہ ''گلبنِ نعت'' کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ یہ اُردو زبان میں کسی نعت گو شاعرہ کا پہلا نعتیہ مجموعہ ہے۔ مفید عام پریس لاہور سے شائع ہونے والے اس مجموعے کا سن اشاعت ۱۳۲۳ھ/1905ء ہے۔

گذشتہ ایک صدی میں سینکڑوں شاعرات نے اُردو نعت میں اپنے تخلیقی جوہر کا استعمال کیا۔ جن میں سے متعدد شاعرات کے جداگانہ نعتیہ مجموعے بھی شائع ہوئے۔ عہد بہ

عہد کی اُردو نعتیہ شاعری میں خواتین کا بہ حیثیت مجموعی ایک مؤثر اور قابلِ ذکر حصّہ موجود ہے۔ جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت وفریفتگی کے اظہار کے گراں قدر نمونے ملتے ہیں۔ مقدار اور معیار دونوں حوالوں سے خواتین کا تخلیق کردہ اثاثہ نعت جداگانہ جائزہ کے لائق ہے۔ معاصر نعت گو شاعرات میں بشریٰ فرخ کا نام نمایاں ہے انہوں نے اس مجموعہ نعت سے قبل نظم اور غزل میں کامیاب شاعری کی اور اپنی فنّی ریاضت سے نئی شاعرات میں ایک منفرد مقام حاصل کیا انہوں نے اپنی انفرادیت کو نعت میں بھی قائم رکھا ان کی یہ انفرادیت نعتیہ زمینوں اور بحروں میں دیکھی جاسکتی ہے انہوں نے نعت کو محض ایک موضوع کے طور پر نہیں برتا بلکہ اس میں فنی پختگی کے کامیاب نمونے بھی پیش کئے ہیں ان کے درج ذیل اشعار دیکھئے جن کی زمینیں نہ صرف شاعرانہ آہنگ سے عبارت ہیں بلکہ اظہار کا ایک نادر قرینہ بھی لئے ہوئے ہیں۔

خدا کے بعد ہے تو بس مرے نبیؐ کی ذات ہے
اُنہی کے واسطے ہے سب، دُرود ہے کہ نعت ہے

کھڑی ہوئی ہوں نجانے کب سے؟ لبوں پہ بس اک دعا سمیٹے
قبول ہو جائے حاضری اور دل اپنا ہر مُدّعا سمیٹے

یہ کیسے غم کے بادل جسم و جاں پر چھا گئے ہیں
کہ دریا چڑھ کے خطرے کے نشاں تک آ گئے ہیں

ان زمینوں کے اندر تازگی ہے ردیفوں کا نظام جذبات، محسوسات اور شیفتگی وارفتگی کی کیفیات کے اظہار کو تازگی کے ساتھ تاثیر بھی عطا کرتا ہے بعض نعتیہ زمینوں میں مطلع ہی سے اظہار کو ایک مؤثر قرینہ مل گیا ہے یوں شعر بہ شعر کیفیات کے بیان نے ایک ڈھلی ڈھلائی صورت اختیار کرلی ہے۔ قوافی اور ردیفوں کے ساتھ فرخ بشریٰ کی بعض نعتوں میں ایسی بحریں بھی استعمال ہوئی ہیں جن کو ہماری شاعرات نے بہت کم برتا ہے ایسی بحروں کے شمول سے بہ حیثیت مجموعی اس مجموعہ نعت میں ایک منفرد خوش آہنگی پیدا ہوگئے ہے یہ شعر دیکھئے:

نظامِ بحر و بر تجھؐ سے
رواں شمس و قمر تجھؐ سے

بس ایک حوالہ ساتھ رہا
ہر سمت اُجالا ساتھ رہا

ساتھ تیرا مرے کوزہ گر! چاہیے
میری مٹی کو طیبہ نگر چاہیے

تاثیر نعتیہ شاعری میں اظہار کا حاصل ہوتی ہے اگر عقیدت لفظوں تک محدود ہو اور اظہار کی سطح پر تیرتی پھرتی رہے تو وہ اس مقصد کے حصول کے لئے مؤثر نہیں ہوتی جس کے لئے نعت لکھی جاتی ہے بشریٰ فرخ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے عقیدت کے اظہار میں والہانہ پن کا اظہار کیا ہے ان کی عقیدت نگاری فطری نہیں تخلیق نعت کے لمحوں میں وہ حضور اکرم صلیؐ اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فریفتگی کے بیان کی جن کیفیات سے گزری ہیں اُن کا بیان گداز آور ہے اور اُن کے اندر فطری جذب وارادت مندی کا مظہر ہے اور قاری کو متاثر کرتا ہے دلی واردات کے اظہار میں یہ جذب الفاظ سے قاری کے دل تک منتقل ہوتا ہے اور اسے بھی نعت کی سرشاری بخشتا ہے مثال کے طور پر بشریٰ کی درج ذیل مطلعے والی نعتیں دیکھئے:

دلِ دریدہ مدینے میں چھوڑ آئی ہوں
خلا عجیب سا سینے چھوڑ آئی ہوں

ہَوا کے ہاتھ اپنی التجائیں بھیجتے رہنا
مدینے میں بلاوے کی دعائیں بھیجتے رہنا

مرے دل کو بھی آقاؐ شاد کر دیں
مکیں بن کر مکاں آباد کر دیں

کبھی جب نعت کہنے کا ارادہ باندھ لیتی ہوں
تو شہرِ عشق کے کوچے کو جادہ باندھ لیتی ہوں

دل کا کاسہ خالی آقاؐ
تیری رحمت عالی آقاؐ

فراقِ نبیؐ میں تڑپتی ملیں گی
یہ آنکھیں ہمیشہ برستی ملیں گی

ایسے کئی شعر' ورفعنا لک ذکرک' کے صفحات پر عقیدتوں کے چراغ جلائے ہوئے ہیں ۔ معاصر اردو شاعرات کے شعری مجموعوں میں کہیں کہیں نعتیں اور چند نعتیہ اشعار آغاز کتاب کے حصّہ عقیدت میں مل جاتے ہیں کچھ شاعرات نے نعت کے جداگانہ مجموعے بھی شائع کئے ہیں یوں اردو کے معاصر نعتیہ اثاثے میں نسائی لب ولہجہ کا قابل ذکر اثاثہ بھی موجود ہے ۔ (کراچی کی منفرد ادبی شخصیت جناب غوث میاں نے 'خواتین کی نعت گوئی' کے نام سے گزشتہ سالوں میں ایک ضخیم مجموعہ بھی مرتب کیا ہے جس پر ایک ریسرچ سکالر فاطمہ بتول کا مقالہ (برائے ایم فل اردو) زیرِ تحقیق ہے) 'ورفعنا لک ذکرک' اس اثاثے میں ایک مبارک اور خوبصورت اضافہ ہے پختونخوا سے شائع ہونے والا یہ نعتیہ مجموعہ معاصر شاعرات میں سے غالباً پہلا مجموعہ ہے جو جدید طرز ادا کی پُر تاثیر نعتوں کا حامل ہے مجھے امید ہے اس کا مطالعہ نعت کا ذوق رکھنے والے حب داروں اور ناقدوں میں تشویق وتوجہ کے نئے دَر وا کرے گا ۔

میں اپنے تاثرات ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں ۔

فرخ بشریٰ جو لائی اے سرورؐ!
ہے آپ سے التجا شفیعؐ محشر
مقبول ہو اس کا یہ نیا مجموعہ
حَب دار ثنا گروں کے حلقے اندر

◆……◆……◆……◆

زیرِ طبع

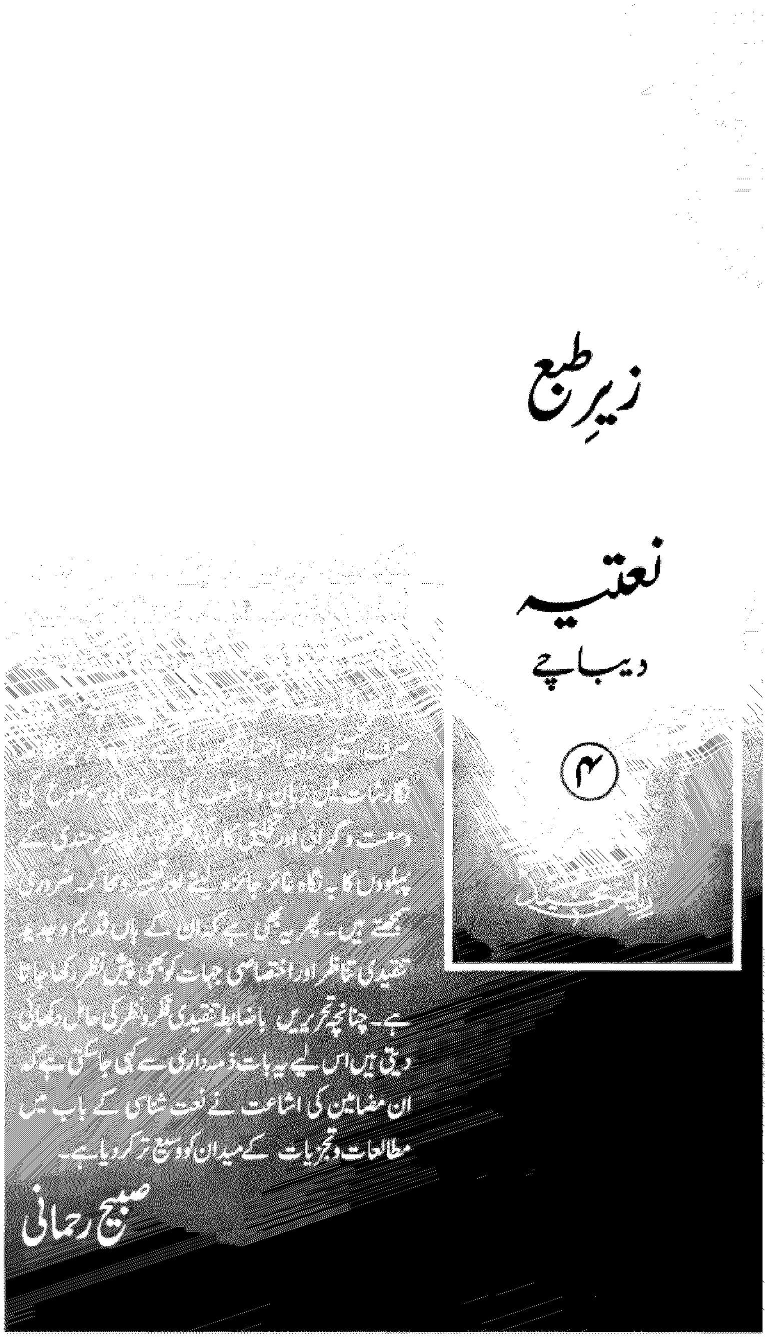

نعتیہ
دیباچے
④

صرف [illegible] رویہ اختیار [illegible]
نگارشات میں زبان و اسلوب کی بحث اور موضوع کی
وسعت و گہرائی اور تخلیق کار کی فکری و ہنرمندی کے
پہلوؤں کا بہ نگاہ غائر جائزہ لینے اور تجزیہ کرنا ضروری
سمجھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں قدیم و جدید
تنقیدی تناظر اور اختصاصی جہات کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا
ہے۔ چنانچہ تحریریں باضابطہ تنقیدی فکر و نظر کی حامل دکھائی
دیتی ہیں اس لیے یہ بات ذمہ داری سے کہی جا سکتی ہے کہ
ان مضامین کی اشاعت نے نعت شناسی کے باب میں
مطالعات وتجزیات کے میدان کو وسیع تر کر دیا ہے۔

صبیح رحمانی